ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ
۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور
ہدیہ ۲۵ پیسے

اَحَادِیثُ الرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ مُوْسٰی رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَثَلُ مَا بَعَثَنِی اللہُ بِہٖ مِنَ الْھُدٰی وَالْعِلْمِ کَمَثَلِ غَیْثٍ اَصَابَ اَرْضًا: فَکَانَتْ مِنْھَا طَائِفَۃٌ طَیِّبَۃٌ قَبِلَتِ الْمَاءَ فَاَنْبَتَتِ الْکَلَاَ، وَالْعُشْبَ الْکَثِیْرَ، وَکَانَ مِنْھَا اَجَادِبُ اَمْسَکَتِ الْمَاءَ فَنَفَعَ اللہُ بِھَا النَّاسَ فَشَرِبُوْا مِنْھَا وَسَقَوْا وَزَرَعُوْا وَاَصَابَ طَائِفَۃً مِّنْھَا اُخْرٰی اِنَّمَا ھِیَ قِیْعَانٌ: لَا تُمْسِکُ مَاءً وَلَا تُنْبِتُ کَلَاً فَذٰلِکَ مَثَلُ مَنْ فَقُہَ فِیْ دِیْنِ اللہِ وَنَفَعَہٗ مَا بَعَثَنِیَ اللہُ بِہٖ فَعَلِمَ وَعَلَّمَ وَمَثَلُ مَنْ لَّمْ یَرْفَعْ بِذٰلِکَ رَاْسًا، وَلَمْ یَقْبَلْ ھُدَی اللہِ الَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِہٖ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

حضرت ابو موسٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس علم اور ہدایت کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے مجھے بھیجا ہے اس کی مثال ایک بارش کی سی ہے جوکہ ایک زمین پر برسی ہو اس زمین کا بعض حصہ عمدہ ہے۔ کہ قبول کر لیا۔ اس نے پانی کو اور خوب چارہ اور گھاس پیدا کی۔ اور اس میں سے ایک حصہ نشیب میں تھا۔ کہ اپنے پانی کو جمع کر لیا۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو نفع پہنچایا، اس میں سے انہوں نے پیا بھی۔ اور آب پاشی اور زراعت بھی کی، اور وہی بارشں ایک ایسے حصے کو پہنچی جو کہ چٹیل میدان تھا۔ نہ پانی کو روکتا ہے۔ اور نہ اس میں گھاس اگانے کی صلاحیت موجود ہے سو یہی مثال ہے۔ اس شخص کی جس نے اللہ رب العزت کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس کو اس علم نے نفع پہنچایا۔ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ نے مجھ کو مبعوث فرمایا ہے۔ اور اس نے خود اس کو حاصل کیا، اور سکھایا اور یہ مثال ہے اس شخص کی کہ جس نے اس علم کی طرف توجہ نہ کی اور اللہ تعالےٰ کی اس ہدایت کو قبول نہ کیا۔ کہ جس کے ساتھ میں مبعوث کیا گیا ہوں (بخاری ومسلم)

وَعَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ "فَوَاللہِ لَاَنْ یَّھْدِیَ اللہُ بِکَ رَجُلًا وَّاحِدًا خَیْرٌ لَّکَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ" مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ کہ خدا کی قسم اگر اللہ رب العزت تمہارے ذریعہ سے ایک آدمی کو (بھی) ہدایت عطا فرما دے تو یہ چیز تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بڑھ کر ہے اور اس سے بھی بہتر ہے۔ (بخاری ومسلم)

وَعَنْ عَبْدِ اللہِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: "بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً وَّحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّاْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ" رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے (لوگوں تک) دین کے احکامات پہنچا دو۔ اگرچہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔ اور بنی اسرائیل سے واقعات نقل کر لیا کرو۔ اس میں کوئی حرج نہیں اور جس شخص نے مجھ پر جان کر جھوٹ بولا۔ تو اس کا اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیئے (بخاری)

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ "وَمَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْہِ عِلْمًا سَھَّلَ اللہُ لَہٗ طَرِیْقًا اِلَی الْجَنَّۃِ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کسی راستہ میں چلا تاکہ اس میں علم حاصل کرے۔ تو اس کے عوض اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ جنت کی طرف راستہ آسان فرما دیں گے (مسلم)

وَعَنْہُ اَیْضًا رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ دَعَا اِلٰی ھُدًی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس شخص نے ہدایت کی طرف دعوت دی اس کو اس کے متبعین کے اجر کے برابر ثواب ملے گا اور ان (متبعین) کے ثواب میں سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا (اس روایت کو مسلم نے ذکر کیا ہے)

وَعَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ: صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ، اَوْ عِلْمٍ یُّنْتَفَعُ بِہٖ، اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ یَّدْعُوْا لَہٗ" رَوَاہُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر تین کاموں کا ثواب برابر جاری رہتا ہے، صدقہ، یا ایسا علم کہ جس سے نفع حاصل کیا جا سکتا ہو، یا نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔ (مسلم)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: "مَنْ خَرَجَ فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ فَھُوَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ حَتّٰی یَرْجِعَ" رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ وَقَالَ: حَدِیْثٌ حَسَنٌ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی علم کی طلب میں (گھر سے) نکلا تو وہ اللہ تعالےٰ کے ۲

۲- کے راستہ میں ہے جب تک واپس نہ لوٹے ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا۔ اور کہا کہ حدیث حسن ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۳ | ۱۹ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء | شمارہ ۱۲

مغربی پروپیگنڈہ اور صدر ناصر

(۲)

مغربی ملکوں میں بالخصوص بڑی طاقتوں کی انتقامی یا خود غرضانہ اور مفاد پرستانہ کارروائیوں میں پراپیگنڈے کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ یہ طاقتیں جس ملک کو اپنے سیاسی انتداب کے زیر اثر لانا چاہتی ہیں یا جس ملک کو اپنے مخصوص مفادات کا آلۂ کار بنانے کا ارادہ کرتی ہیں۔ تو پہلے اس کے خلاف پراپیگنڈے ہی کا ہتھیار استعمال کرتی ہیں۔ پھر وہ ملک خانہ جنگی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اس خانہ جنگی اور اندرونی خلفشار کا لازمی نتیجہ کمزوری اور بے کسی ہوتا ہے اور وہ ملک یا تو خود ان طاقتوں کی سرپرستی قبول کر لیتا ہے یا ایک آدھ دھمکی کے بعد اپنے آپ کو ان کی ذہنی اور اقتصادی غلامی میں دے دیتا ہے یہ شرمناک کھیل مغرب کی بڑی طاقتیں خاص طور پر اسلامی ملکوں کے ساتھ کئی صدیوں سے کھیل رہی ہیں۔

گذشتہ دو بڑی جنگوں نے مغربی ملکوں کو اس قابل نہیں رہنے دیا تھا کہ وہ طاقت کے ذریعے کسی ملک کو غلام بنا لیں۔ لیکن وہ اس مذموم ارادے سے دستبردار بھی نہیں ہوئے اور اسے پورا کرنے کے لئے اعصابی جنگ یا پراپیگنڈے کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں چنانچہ عربی ممالک بالعموم اور مصر بالخصوص ان کے شرمناک پراپیگنڈے اور گھناؤنی سیاست کے نکتۂ ماسکہ ہیں۔ آج سے ۱۰ سال پہلے جب مصر کو جنگ کے ذریعہ مغلوب نہ کیا جا سکا۔ تو بڑی طاقتوں نے مسلسل اس کے خلاف پراپیگنڈے کا فن استعمال کرنا شروع کیا۔ جس سے بتدریج نہ صرف عربوں کا داخلی انتشار بڑھتا گیا۔ اور ان کی وحدت و یکجہتی کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچتا رہا بلکہ صدر ناصر کے خلاف بھی ان کی بدگمانیاں روز افزوں ہوتی گئیں۔ صدر ناصر جو مغربی سازش کو خوب سمجھتے تھے۔ عربوں کو مغربی اثر و نفوذ سے آزاد کرنے اور اندرونی اختلافات کو ختم کرنے کی انتہائی کوششیں کرتے رہے — اس جدوجہد میں ان کی کتنی قوت ضائع ہوئی اس کا اندازہ سائنسدانوں کے لئے مشکل نہیں۔ ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ صدر ناصر یا عرب ممالک کے سربراہوں کی جو قوتیں اس داخلی اکھاڑ پچھاڑ میں صرف ہوتی رہیں، بیرونی دشمنوں سے مدافعت کی اہم ضرورت میں کام آنی چاہئیں تھیں۔ لیکن جب تک داخلی انتشار ختم نہ ہو، باہمی اتحاد نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک تمام عرب ممالک کا اتحاد نہ ہو، بیرونی دشمنوں کے خلاف کامیاب مدافعتی محاذ قائم نہیں کیا جا سکتا۔

یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ خطرہ صرف صدر ناصر کو نہیں تھا بلکہ تمام عرب ممالک کو تھا۔ اگر صدر ناصر نے اس خطرے کو بھانپ کر اس کے بنیادی عناصر کو جو عرب ممالک میں کام کر رہے تھے مٹانے کی جدوجہد کی تو یہ غلط نہ تھا۔ بلکہ عرب اتحاد ہی کی طرف ایک اہم قدم تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ دشمنوں نے اسے پروان چڑھنے سے قبل مصر و عرب پر دفعۃً جارحانہ اقدام کر کے اس کے شیرازہ کو تار تار کر دیا۔

قوموں کی تاریخ میں ایسے سانحے اکثر گذرے ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ خود ہمارے پاکستان میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو مغربی پراپیگنڈے سے بری طرح متاثر ہیں بلکہ ان میں سے اکثر کی مصلحتیں ان کو مغربی سامراج کی ہمنوائی پر مجبور کر رہی ہیں۔ ان میں جو لوگ خالص مذہبی ذہن رکھتے ہیں وہ صدر ناصر کو فاسق و فاجر کا الزام دے کر مطعون کر رہے ہیں۔ جنہیں سیاست و مذہب دونوں کا شعور ہے وہ ناصر کی مخالفت کو اس لئے کارِ ثواب سمجھتے ہیں کہ اس نے جماعت اخوان المسلمین پر بڑا ظلم کیا۔ انہی لوگوں میں سے ایک وہ گروہ بھی ہے جو اس بناء پر برہم ہے کہ صدر ناصر نے اپنے آپ کو فراعنۂ مصر کی اولاد کہا ہے۔ اگر ان لوگوں کے دل اپنے دل اور دماغ اپنے دماغ ہوتے تو وہ مشرقِ وسطیٰ کے حالات اور مغربی سامراجیوں کی گوناگوں ریشہ دوانیوں کا بغور مطالعہ کرنے کے ساتھ خود اپنے ضمیر و ایمان کو بھی ٹٹول لیتے۔ مگر جو لوگ فکر و زبان کے تعطّل کا شکار ہوں ان سے صرف اسی بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اپنے غیر ملکی خداوندانِ نعمت کی جارحیت پر بھی صاد کریں اور اپنے ذہنوں کو مغربی سامراجیوں کی غلامی پر بھی مطمئن رکھیں۔ ورنہ صدر ناصر نے جن نامساعد حالات میں عربوں کے اتحاد کی مسلسل جد و جہد کی ہے اور مغربی استعمار کے ہاتھوں جو اسے اس کی بھاری قیمت ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے اگر ایک طرف قابلِ تحسین ہے تو دوسری طرف انتہائی ہمت شکن بھی ہے جس پر وہ تمام عالم اسلام کی دلی ہمدردی کا مستحق ہے پھر فاسق و فاجر کا الزام بھی مضحکہ خیز ہے۔ غور کیجئے کہ جو شخص دنیائے مصر و عرب کے مفاد کی حفاظت کی خاطر سر بکف اور سینہ سپر ہو کر حریف کو روکے کھڑا ہو۔ کیا ہم اس لئے اس کی مدد سے دستکش ہو جائیں گے کہ وہ فاسق و فاجر ہے۔

(باقی صـ۱۷ پر)

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۴ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ ۱۳ جولائی ۱۹۶۷ء

دُعا کی اہمیّت اور بدعات کی مذمّت

از جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی
مرتبہ:۔ محمد عثمان غنی بی اے واہ کینٹ حال وارد لاہور

الحمد للہ وکفٰی وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد:۔
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بزرگانِ محترم و معززحاضرین!

مجلس ذکر اور خطبہ جمعہ میں اکثر احباب کے خطوط اور پیغامات مختلف قسم کی دعاؤں کے لئے آتے رہتے ہیں اور ہم سب بارگاہ ربوبیت میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے رہتے ہیں۔ آج خیال آیا کہ دعا کی اہمیت پر چند باتیں عرض کر دی جائیں۔ تاکہ دعا کا مفہوم واضح ہو جائے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًاo

(الاحزاب ۵۶)

ترجمہ:۔ بلاشبہ اللہ اور اُس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔ اے ایمان والو! تم بھی درود بھیجو آپؐ پر اور سلام بہت۔

دونو جگہ لفظ صلوٰۃ استعمال ہوا ہے۔ مادہ دونو کا ایک ہے جس کے معنی دعا ہے دعا کے لغوی معنی ہیں "مانگنا" "طلب کرنا" "نام لینا"۔ "مدد چاہنا"۔ نام لے کر "پکارنا" "التجا کرنا"۔ "الحاح" ــــ اصطلاحی معنی درود وسلام کے ہیں۔ دعا کہتے ہیں "تڑپ" کو "لگن" کو۔ دعا ہی سب سے پسندیدہ عمل ہے۔ اور عبد اور معبود کے درمیان بہترین علاقہ اور رشتہ ہے۔ بلکہ ایک حدیث کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے پیاری بندے کی دعا ہے۔ جب کوئی بندہ اللہ رب العزت سے دعا مانگتا ہے۔ اور اُسے دل سے پکارتا ہے تو گویا یہ اُس کی بندگی کا سب سے اعلیٰ درجہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ یہ اقرار کرتا ہے۔ کہ تو قادر مطلق ہے۔ اور میں ہر کام میں تیری مدد اور رہنمائی کا محتاج ہوں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلدُّعَآءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ عبادت کا مغز اور نچوڑ دعا ہے۔ لہٰذا دعا ہی اصل بندگی ہے۔

ع۔ زندگی بے بندگی شرمندگی

آپ کسی بزرگ کی کوئی کتاب "دعا" کے موضوع پر مطالعہ کریں۔ تو آپ کو ہر ہر موقع اور محل کے لئے دعائیں ملیں گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دعائیں امت کو تلقین فرمائی ہیں ادعیہ ماثورہ کہلاتی ہیں۔ ادعیہ جمع ہے دعا کی۔ اور ماثورہ وہ دعائیں جو حضورؐ سے منقول ہیں۔ مثلاً آپؐ کا حکم ہے۔ کہ ہر کام شروع کرنے سے پہلے بِسْمِ اللّٰہِ پڑھ لیا کرو کہ اے اللہ! آپ کے حسب حکم میں یہ کام کر رہا ہوں آپ اس میں برکت عطا فرمائیں۔ یہاں یہ بتا دینا ضروری ہے۔ کہ بسم اللہ نیک کاموں کے لئے ہے۔ نہ کہ بُرے کاموں کے لئے۔ مثلاً چوری ڈکیتی میں بسم اللہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نافرمانی کے کاموں میں کون بسم اللہ پڑھتا ہے؟ قرآن مجید، نماز اور دوسرے نیک کاموں کے آغاز میں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے جس سے پتہ چل جاتا ہے۔ کہ یہ انسان اطاعت شعار اور فرمانبردار ہے

مختصر یہ کہ دعا عبودیت کا بلندترین مقام ہے۔ اور خود حضرت رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی نظر میں کوئی چیز دعا سے زیادہ پیاری نہیں تو پھر اس کی تاثیر کا کیا کہنا؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ دل سے نکلی ہوئی دعا تقدیر تک بدل ڈالتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی ناجائز کام یا قطع رحمی کا مطالبہ نہ کیا گیا ہو۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے (اقبالؒ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ بستر پہ سوتے وقت یہ دعا پڑھو۔ اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَجْمَعُ اَوْ تَبْعَثُ عِبَادَکَ۔ ترجمہ۔ اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا اُس دن مجھے اپنے عذاب سے بچا۔

آپؐ نے فرمایا سو کر اُٹھو تو یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ

ترجمہ۔ شکر ہے اُس اللہ کا جس نے ہمیں مرنے کے بعد زندہ کیا۔ اور اُسی کی طرف اٹھایا جانا ہے۔

حضورؐ نے فرمایا کھانا کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ

ترجمہ۔ شکر ہے اُس اللہ کا جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور ہمیں مسلمانوں میں سے بنایا۔

آپؐ نے فرمایا جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھو۔ تو یہ دعا پڑھو۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔

ترجمہ۔ اُس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے عافیت دی اس مصیبت سے جس میں تمہیں مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوقات پہ فضیلت دی۔

دُعا کسی خاص وقت کے ساتھ مختص نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ۔ ہماری کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں تاہم چند اوقات جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ جن میں قبولیت کا زیادہ امکان ہے۔ مثلاً اذان کے بعد اور اقامت سے پیشتر، فرض نمازوں کے آخر میں، پچھلی رات میں، جمعۃ المبارک کے دن، امام کے منبر پہ بیٹھنے سے نماز جمعہ کے اختتام تک، جمعہ کے روز عصر سے مغرب تک، سجدہ میں، سفر میں، مرض میں، جنگ میں، روزہ افطار کرتے وقت، بارش کے وقت، نیز مظلوم کی دعا جب اُس پہ ظلم توڑا جائے۔

ے بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن
اجابت از درِ حق بہرِ استقبال می آید

سحور کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان اول پر ظہور فرماتے ہیں۔ اور ندا دیتے ہیں کہ ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اُس کو دوں؟ ہے کوئی پکارنے والا۔ کہ میں اُس کی پکار کو سنوں؟

ے رات کے پچھلے حصے میں کچھ دولت بانٹی جاتی ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے وہ کھووت ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ انسان کو لازم ہے۔ کہ اپنے مولا سے ہر وقت دعا مانگتا رہے۔ خدا معلوم کس وقت قبول ہو جائے۔ فرماتے تھے۔ میں نے جتنی دعائیں اللہ تعالےٰ سے کیں۔ وہ سب قبول ہوئیں۔ یہ تو معلوم نہیں۔ کہ وہ کسی نماز کے بعد قبول ہوئیں۔ یا حج میں قبول ہوئیں مگر اللہ تعالےٰ نے میری ہر دعا کو شرفِ قبول سے ضرور نوازا۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے یا اللہ! درسِ قرآن میں ناغہ نہ ہو، یا اللہ مجھے چلتے پھرتے دنیا سے لے جانا، یا اللہ میرے بیٹوں کو دین دار بنانا۔ چنانچہ جب انگریز نے دہلی سے گرفتار کر کے حضرتؒ کو بالآخر لاہور میں نظر بند کر دیا تو حضرتؒ اس ٹوڈی اور انگریز پرست شہر میں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے انہوں نے مدینہ منورہ ہجرت کا ارادہ کر کے رختِ سفر باندھ لیا۔ یکایک آپؒ کی اہلیہ محترمہ شدید علالت میں مبتلا ہو گئیں تو حضرتؒ کے خسر حضرت مولانا ابو محمد احمدؒ چکوالی نے فرمایا۔ کہ یہ اگر راستے میں زیادہ بیمار پڑ گئیں یا عالمِ فانی سے سدھار گئیں تو آپ کو زیادہ تکلیف ہو گی۔ اور اس نیک سفر میں ہم رکاوٹ بننا پسند نہیں کرتے لہٰذا آپ بخوشی تشریف لے جائیں۔ چنانچہ حضرتؒ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میں نے حرمِ محترم میں جب کبھی استخارہ کیا۔ تو حق تعالےٰ نے اسے قبول نہ فرمایا لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ میرے بڑے بیٹے مولوی حبیب اللہ کو اللہ تعالےٰ نے حرمین کی تدریس اور اقامت نصیب فرما کر میری آرزوئے ہجرت ایک گونہ قبول فرما لی مسجدیں اور مدرسے بنانے، سندھی اور اُردو ترجمے والا قرآن مجید چھپوانے، بار بار زیارت حج و عمرہ کا آپؒ کو زیادہ شوق تھا، خدا نے وہ بھی پورا کیا۔

دعا اپنی زبان میں بھی مانگی جا سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے۔ کہ حضورؐ کے الفاظِ مبارک استعمال کئے جائیں۔ تاکہ ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملیں۔

ماں باپ جو کریں گے۔ بچوں کو بھی وہی عادت پڑے گی۔ کیونکہ وہ اُن کا عکس لیتے ہیں۔ اگرچہ دعا بلند آواز سے پڑھنے کا خصوصی طور پر تو حکم نہیں ہے۔ تاہم اگر آپ ذرا سی بلند آواز میں دعا پڑھیں گے تو بچوں کو بھی شوق پیدا ہو گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ گھر میں ہمارے سامنے بلند آواز میں دعا پڑھتے تاکہ ہمیں بھی شوق پیدا ہو۔ قرآن میں بھی حکم ہے۔ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۝ (التحریم)

ترجمہ۔ اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے۔

بچے بڑے ذہین ہوتے ہیں۔ وہ رکوع کے رکوع اور سورتوں کی سورتیں بڑوں سے سن کر زبانی یاد کر لیتے ہیں۔ اِذَا تَكَرَّرَ الْكَلَامُ تَقَرَّرَ فِي الْقَلْبِ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ میں ہر نماز کی آخری التحیات میں درود شریف اور دعا کے بعد رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا دیگر دعاؤں کے ساتھ پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ میرے بچے کبھی گستاخی سے پیش نہیں آئے، ساری زندگی میں میری اہلیہ سے اَن بن نہیں ہوئی فرمایا کرتے تھے میرے بچے میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سرور ہیں۔

دین وہی ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لایا ہوا دین ہے ہماری جدت طرازیاں جزوِ دین نہیں بن سکتیں بچوں کو صحیح دین کی تعلیم دینا از حد ضروری ہے۔ میرا چھوٹا بچہ اکمل ایک روز پوچھنے لگا۔ اس عید میلاد النبی میں عید کی طرح دو رکعت نفل کیوں نہیں پڑھتے۔ اور غسل کیوں نہیں کرتے نئے کپڑے کیوں نہیں پہنتے۔ اور عیدی کیوں نہیں دیتے؟ یہیں سے اندازہ لگائیں کہ آئندہ نسلیں سمجھیں گی۔ کہ یہ بھی ایک اسلامی تہوار ہے۔ حالانکہ اسلام نے فقط دو عید الفطر اور عید الاضحیٰ مگر ۱۴۰۰ سال بعد ہمارے بھائیوں نے اس موقع پر بھی ان دو تہواروں سے بڑھ چڑھ کر اسراف اور تبذیر کے ساتھ جشن منانا جب سے شروع کیا ہے۔ تو خدشہ پیدا ہو گیا ہے۔ کہ آئندہ نسلیں یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو تہواروں سے بڑھ چڑھ کر اسلامی شعار اور تہوار سمجھنے لگ جائیں گی۔ یہاں سے یہ غلط فہمی نہ رہے کہ ہمیں معاذ اللہ، خاکم بدہن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و شوکت اور آپؐ کی تعظیم و حشمت پسند نہیں بلکہ ہونا تو یہ چاہیے۔ کہ مسلمانوں کی کوئی مجلس اور شب و روز کا کوئی حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد اور آپؐ کے اسوہ اور نمونہ کو اجاگر کرنے کی جتنی بھی سعی و کوشش کی جائے وہ کم ہے۔ لیکن سارا سال تو چپ سادھے رہیں اور بے عملی بلکہ بد عملی کا مظاہرہ کریں اور ایک روز جھنڈیوں، قمقموں، قندیلوں، آتش بازیوں اور اسراف بے جا کے جلوسوں میں مظاہروں کو جزوِ دین بنا لیں۔ حالانکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لے کر علمائے حق کے اس دور کے اعمال اور اُن کے اقوال و افعال سے اس کا کہیں نہ پتہ اور ثبوت نہ میسر آتا ہو

یہ عید میلاد النبی تو ایجادِ بندہ ہے۔ جھنڈیاں لگانا، نماز تک چھوڑ دینا، جلوس نکالنا، چھٹے اور ہارمونیم بجانا اور فلمی دھنوں پر گیت گانا، مردوں اور عورتوں کے بے محابا کھلے بندوں اجتماعات میں نوجوانوں کا ناچنا، کودنا، پھاندنا، تھرکنا، کیا یہی اسلامی تہذیب و تعلیم ہے؟ اور کیا اس سے پہلے بھی کبھی امتِ مرحومہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس قماش کے نوجوانوں اور اُن کی ان حرکات کو پسند کیا ہے؟

یہ عید میلاد النبی کے موجودہ طور طریقے اور جس طرح اس میں رنگ بھرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کیا یہ ہمارے شیعہ بھائیوں کی محرم الحرام میں اُن

کی کارگزاریوں کی صدائے بازگشت نہیں ہے، ہمارے بھائی بند اُن کی غلط روش کو تو ختم نہ کرا سکے اُلٹا خود جوابی کارروائی کرکے ایک غلط رسم کا شکار ہوگئے اور لطف یہ ہے۔ کہ ہمارے ہاں جو بارہ وفات منائی جارہی ہے۔ محققین کے نزدیک وہ تاریخ بھی صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ ہمارے اس دور کے محقق مورخوں نے محمود پاشا فلکی کی تحقیقات کو صحیح قرار دیتے ہوئے ۹ ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و رحلت تسلیم کیا ہے۔

ایک دفعہ ڈھاکہ سے لے کر پشاور تک لاکھوں روپے صرف کرکے سارے ملک میں چراغاں کیا گیا۔ اور خدا کا کرنا آدھی رات کو بوندا باندی شروع ہوگئی۔ بارش کا پہلا چھینٹا پڑنا تھا کہ تڑاخ تڑاخ کئی کئی سو اور ہزار کینڈل پاور (CANDLE POWER)..... کے ہزاروں بلب عدم آباد سدھار گئے کوئی پوچھے ان عقلمندوں سے کہ بقرعید پر تو تجدد پسندوں کے نزدیک قربانی تضیع مال و اتلاف جان قرار دی جا رہی ہے۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے غریبوں کے لئے ضیافت اللہ (اللہ کی مہمانی) قرار دیا ہے اور یہ منکرین حدیث بزعم خویش مجتہد و مجدد دوراں اس قربانی کی بجائے ڈسپنسریاں سکول و کالج اور ہاسپٹل (HOSPITAL) بنانے کے مشورے دے رہے ہیں لیکن اُن عقلمندوں کو یہ اسراف بے جا دکھائی نہیں دیتا۔ اور علاوہ اس کے روزانہ لاکھوں روپے کی رقم جو مسلمان سگریٹ اور سگار میں پھونک ڈالتے ہیں اور دیگر اللوں تللوں اور فلم بینی و سینما بازی میں بے جا برباد کرتے ہیں۔ وہ نقصان انہیں کبھی نظر نہ آیا مگر حج اور قربانی ان کو بُری طرح کھٹکنے لگی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِھْدِ قَوْمِی فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ اَحْیَا سُنَّتِیْ فَقَدْ اَحْیَانِیْ وَمَنْ اَحْیَانِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ ترجمہ۔ جس شخص نے میری سنّت کو زندہ کیا اُس نے مجھے زندہ کیا۔ اور جس نے مجھے زندہ کیا۔ وہ میرے ساتھ بہشت میں اکٹھا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد گرامی ہے۔ مَنْ تَمَسَّکَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَہٗ اَجْرُ مِائَۃِ شَھِیْدٍ ترجمہ۔ میری اُمت کے فساد کے وقت جس شخص نے میری سنت کو اختیار کیا پس اُس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے۔

ہمارے محلے کے بعض لوگ کہتے ہیں ہم انہی باتوں کی وجہ سے ان کے مخالف ہیں۔ حالانکہ ان کی اکثر باتیں اچھی بھی ہوتی ہیں۔ اَلْحَقُّ مُرٌّ۔ حق بات کڑوی ہوتی ہے۔ یہ جتنی کڑوی لگے اُتنا ہی اس کا بیان اہم ہے۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جایا کرتا ہے لہٰذا ہم لَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰی ھٰٓؤُلَآءِ (النساء ۱۴۳) کے شیوہ پر عمل نہیں کرتے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ ہم اپنی نجات کے لئے ان بھائیوں کو ہدایت کرتے ہیں۔ تاکہ کل ڈگری ہمارے خلاف نہ ہو جائے۔ اور اللہ تعالےٰ کہیں گے تمہارے زمانے میں گمراہ ہوگئے۔ اور تم نے انہیں حق بات نہ بتائی۔ افسوس تو اس بات پر ہے۔ ان بے جا رسوم کو رواج دینے میں عوام کے علماء کا بھی ایک طبقہ برابر کا شریک ہے۔ حق تو یہ تھا۔ کہ وہ اس اسراف و تبذیر اور نوجوانوں کی غلط روش پر انہیں سرزنش کرتے اُلٹا وہ اُن کے ہمنوا و ہم نوالہ و ہم پیالہ بن گئے ہیں۔ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلسَّاکِتُ عَنِ الْحَقِّ شَیْطٰنٌ اَخْرَسُ کہ حق بات کے بیان و اظہار کے وقت چُپ سادھ رہنے کو گونگا شیطان نہیں قرار دیا؟

اللہ تعالےٰ نے علمائے حق کو ہمیشہ سے کَلِمَۃُ حَقٍّ عِنْدَ السُّلْطَانِ جَائِرٍ اَفْضَلُ الْجِھَادِ قرار دینے کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔ اور برعکس اس کے جن کی عقلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی ہیں۔ وہ حق بات کیوں کر قبول کرنے پر آمادہ ہوں اور کیوں دوسروں کو کلمہ حق پہنچانے کی سعی کریں۔

اگر ان بے جا رسموں میں ضائع کرنے کی بجائے یہ روپیہ یتامیٰ ہیوگان کو دے دیتے، نادار بچوں کی فیس ہی ادا کرنے میں صرف کر دیتے تو پھر بھی دولت کام آ جاتی مگر مال کی تباہی کرتے ہوئے ان کو ذرا خوف خدا نہیں آتا۔ یہ بناوٹی قسم کے تہوار محض چھٹیاں منانے کے بہانے ہیں۔

جو قوم اس طرح چھٹیاں منائے وہ ترقی کر سکتی ہے؟ چینیوں کو دیکھو وہ خاموش کام کرکے دس سال میں کہاں سے کہاں جا پہنچے ہیں۔ آج دُنیا اُن سے لرز رہی ہے۔ اور خود ہم اُن کے دست نگر بن رہے ہیں۔ اگر ہم بھی خدا رسولؐ کے احکام پر چلتے تو آج ہم بھی ترقی پذیر قوم ہوتے۔

لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی (النجم ۳۹)

ہم دل سے دعا کرتے ہیں۔ کہ اللہ ہمارے سب بھائیوں کو سیدھی راہ پر چلائے آج یوم شہدائے کشمیر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری مسلمان بھائیوں کے مصائب دور کرکے اُن کو آزادی نصیب فرمائے اللہ تعالیٰ فلسطینی عربوں کی نصرت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے ناپاک گٹھ جوڑ کو خاک میں ملائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پُرانے خادم اور رفیق کار غازی خدا بخش صاحب جو حضرتؒ کے ساتھ سفر کابل میں شریک کار تھے۔ ان دنوں سخت بیمار ہیں۔ سب احباب سے گزارش ہے۔ کہ اُن کی صحت کاملہ کی دعا فرماویں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جتنا وقت ہے۔ آرام و راحت سے گزار دیں۔ آمین یا الہ العالمین۔

دُعا

محمد اقبال شاہین ملتان

الٰہی مجھے نیک لڑکا بنا
مجھے نیک بختوں کی صف میں بٹھا
تری ہی عبادت مرا کام ہو
شرافت، صداقت مرا کام ہو
ہر اک شخص سے میں محبت کروں
میں نادار لوگوں کی خدمت کروں
اندھیروں میں چمکوں قمر کی طرح
اجالا کروں میں سحر کی طرح
مری یہ تمنا ہے میرے خدا
مجھے دین کا علم کر دے عطا

۱۴ر ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۱ر جولائی ۱۹۶۷ء

صاحب خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچّے پیروکار بنئے!

حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم:
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ۝

ترجمہ: (اے پیغمبر) بیشک آپ تو بڑے ہی خوش خُلق ہیں۔

آیت مذکورہ بالا میں خداوند قدوس جل مجدہٗ نے اپنے پیارے حبیب اور ساری کائنات کے ہادی و مرشد رحمتِ دو عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان فرمائی اور ان کا تعارف ان الفاظ میں فرمایا ہے کہ آپ خلقِ عظیم کے حامل ہیں۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَمَحَاسِنَ الْاَعْمَالِ۔

ترجمہ: مَیں بزرگ ترین اخلاق اور نیکو ترین اعمال کی تکمیل کے لئے نبی بنایا گیا ہوں۔

چنانچہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم مؤلف سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحریر فرمایا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلقِ عظیم میں مسلم و کافر، دوست دشمن اور عزیز و بیگانہ کی کوئی قید نہ تھی۔ ابرِ رحمت دشت و چمن پر یکساں برستا تھا۔

بہتری اور برتری کا معیار

اگر آپ کسی انسان سے ملیں، اس کے پاس جائیں یا اس سے گفتگو کریں تو اس کی اچھائی برائی کے متعلق پہلا حکم آپ اس کے اخلاق کی بناء پر ہی لگائیں گے اور اس کی جتنی نیک عادات آپ کے سامنے آتی جائیں گی اتنی ہی اس کی محبت آپ کے دل میں راسخ ہوتی جائے گی اور حقیقت بھی یہی ہے کہ انسان کا کیریکٹر یا کردار اور اس کی نیک عادتیں ہی اس کی بہتری اور برتری کا معیار قائم کرتی ہیں۔ پس آج اسی نکتۂ نظر سے دنیا کی عظیم ترین ہستی اور بے نظیر و لاثانی معلّمِ اخلاق سرورِ دو عالم جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و اطوار اور اخلاقِ حسنہ کو آپ حضرات کے سامنے پیش کرنا ہے تاکہ ہم سب ان کے نقوشِ قدم کی پیروی کریں۔ اور ان کے اخلاق و اطوار اور اوصاف و کردار کو اپنا کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کریں۔

حسن و احسان

دنیا میں کسی شخص کی پیروی کے لئے ضروری ہے کہ اس سے بے پناہ الفت و محبت ہو۔ اور محبت و الفت پیدا ہی نہیں ہوتی جب تک کہ محبوب میں دو خوبیاں نہ ہوں۔ ایک حُسن دوسرے احسان۔ "حسن" نام ہے ظاہری اعضاء کے تناسب، دلفریب شکل اور محاسنِ ذاتی کے مالک ہونے کا اور خاص طور پر ان صفاتِ کاملہ سے متصف ہونے کا کہ جو انسان کی ذات کو حدِ تکمیل تک پہنچا دیں۔

"احسان" کے معنی ہیں "ایصال الخیر الی الغیر" یعنی اجنبی کو اپنے اخلاق اور خوبیوں کے ساتھ گرویدہ بنا لینا۔ چنانچہ دوسری بے شمار اور بے حد و حساب خوبیوں کے علاوہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ یہ دو خوبیاں بھی آپ کی ذاتِ والا صفات میں بحدِّ کمال جلوہ نگن تھیں۔ دوسرے الفاظ میں سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ان ہر دو خوبیوں کا سرچشمہ اور منبع ہیں۔ اور تمام حسن کا خاتمہ آپ کی ذات پر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کائناتِ حُسن جب پھیلی تو لامحدود تھی
اور جب سمٹی تو تیرا نام ہو کر رہ گئی

اور یہ شعر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق زبان زدِ خواص و عوام ہے ؎

حسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اب احسانِ کامل کو لیجئے تو یہ دنیا میں آپ کے وجودِ باجود ہی کی بدولت کامل طور پر ظہور پذیر ہوا۔ اسی لئے اگر حق تعالیٰ سبحانہٗ کے بعد کسی سے کامل محبت کی جا سکتی ہے تو وہ صرف آپ ہی کی ذاتِ گرامی ہے جس میں "حُسن" اور "احسان" بحدِّ کمال موجود ہیں اور مخلوق میں جن کا کوئی ثانی اور شریک نہیں۔ ؏

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تکمیل ایمان و محبت کے بارے میں اپنے امتیوں سے یوں ارشاد فرمایا ہے:

لا یومن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین۔

ترجمہ: نہیں ہوتا تم میں سے کوئی مومن یہاں تک کہ ہو جاؤں مَیں بہت ہی پیارا اسے۔ اس کے باپ سے، اس کے بیٹے سے اور تمام لوگوں سے۔ چنانچہ مولانا ظفر علیخاں

مرحوم نے کہا تھا ؎

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکوٰۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

پس انسان کی محبوب سے محبوب ترین ہستی اگر کوئی مخلوق میں ہو سکتی ہے تو وہ صرف محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والا صفات ہے ؎

اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

اب ظاہر ہے کہ جب ساری مخلوق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی سب سے محبوب تر ہو سکتی ہے۔ تو ہمیں اپنی زندگی کے ہر گوشے میں اور اپنے اعمال کی ہر حرکت میں انہیں کے طور و اطوار اور اخلاق و اوصاف کو اپنانا چاہئے اور انہیں کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔

یاد رکھئے! اسلام نے اخلاقِ حسنہ کو اپنانے پر بہت زور دیا ہے۔ اور جب خود ہمارے آقا و مولا جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ عظیم کے حامل اور ساری مخلوقِ خدا میں سب سے بڑے معلمِ اخلاق ہیں۔ تو ہمارے لئے جو ان کے ماننے والے اور ان کا کلمہ پڑھنے والے ہیں لازم ہو جاتا ہے کہ اپنے اخلاق و اطوار اور کردار کو ان کے سانچے میں ڈھالیں اور زندگی کے ہر گوشے میں ان کے نقشِ قدم پر چلیں۔ قرآن عزیز میں ارشادِ باری ہے:۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ○

(اعراف۔ آیت ۱۹۹)

ترجمہ: معافی و درگذر کو عادت بناؤ، نیک کام کرو، نیکی کی ہدایت کرتے رہو۔ اور جاہلوں سے منہ پھیر لو۔

مسلم شریف میں نواس بن سمعانؓ سے روایت ہے:۔

اَلْبِرُّ حُسْنُ الْخُلُقِ۔ اچھے خلق ہی کا نام نیکی ہے۔

صحیحین میں ہے:۔

خیارکم احاسنکم اخلاقًا۔ نیک اور بہتر وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں۔

ترمذی اور ابوداؤد شریف میں ابوالدرداءؓ سے روایت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن مومن کے ترازو میں سب سے زیادہ وزن دار شے اچھا خلق ہو گا۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی شے بھاری نہ ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک بے حیا، بدزبان سے بغض رکھتا ہے

اللہ تعالےٰ ہم سب کو اخلاقِ حسنہ کو اپنانے، صاحبِ خلقِ عظیم کا سچا پیروکار بننے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشقِ صادق بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العٰلمین۔

بیتُ اللہ

حافظ نور محمد انورؔ

ساری ملّت پر عیاں عظمت ہے بیت اللہ کی
سطوتوں کی انتہا سطوت ہے بیت اللہ کی

اوّلیں گھر ہے خدائے پاک کا یہ پاک گھر
بالیقیں کونین میں شوکت ہے بیت اللہ کی

کیوں نہ حاصل ہو سکوں ہر قلبِ مضطر کو یہاں
سامنے آنکھوں کے جب صورت ہے بیت اللہ کی

حق تعالےٰ نے بنایا مرکزِ ملّت اسے
مومنوں کے قلب میں عزّت ہے بیت اللہ کی

کر رہے ہیں طوفِ کعبہ صدق دل سے زائرین
اللہ اللہ کس قدر رفعت ہے بیت اللہ کی

سنگِ اسود، ملتزم، عرفات، زمزم اور منےٰ
ایک اک سرتا بپا برکت ہے بیت اللہ کی

کیوں نہ ہو بے تاب وہ اس کی زیارت کیلئے
جس کے دل میں موجزن الفت ہے بیت اللہ کی

وہ بشر ہیں کس قدر دنیا میں انورؔ خوش نصیب
جن کے سر پر سایہ کن رحمت ہے بیت اللہ کی

★

مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

ایک نیا بل

گذشتہ سے پیوستہ

برابری کی دلیلیں

۱۔ آیت۔ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ۔ (اللہ تعالیٰ عدل یعنی برابری کرنے اور احسان کرنے کا حکم دیتے ہیں)، عدل برابری کرنا ہے یہاں بھی ایسے ہی ہونا ہے۔ جیسے اور سب معاملات میں ہوتا ہے

۲۔ سعید بن منصور اور ابن عدی نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے سَاوُوا بین اولادکم فِی العطیۃ فلو کُنْتُ مفضلا احد الفضلت النساء (تم لوگ عطیوں میں سب اولاد کو برابر کیا کرو۔ کیونکہ اگر میں کسی کو زیادہ دلواتا تو عورتوں کو زیادہ دلواتا) دراہہ ہدایہ اور فتح الباری میں حضرت امام بیہقی سے بھی یہ حدیث بیان ہے برابری کرنے کا حکم پھر یہ کہ اگر زیادہ کا حکم ہوتا تو عورت کو زیادہ دینے کا ہوتا دونوں باتیں برابر برابر دینے میں صاف ہیں۔

۳۔ بخاری شریف میں تعلیقا یعنی بلا سند ہے اعدلوا بین اولادکم فی العطیۃ اور سند کے ساتھ اعدلوا بین اولادکم (اپنی اولاد میں عطیہ کے بارہ میں برابری کیا کرو) عدل برابری کرنا ہی ہے۔ جو ہر زبان والا جانتا ہے۔ اور اگلی حدیث سے یہ بات تعین بھی ہوگئی۔

۴۔ فتح الباری میں طحاوی سے یہ حدیث نقل ہے۔ سووا بین اولادکم فی العطیۃ کما تحبون ان لیبروا بینکم فی البر (تم عطایا میں سب اولاد کو ایسے برابر کیا کرو۔ جیسے کہ تم پسند کرتے ہو۔ کہ اولاد تمہاری فرمانبرداری میں برابری کریں۔

۵ مسلم شریف کی حدیث میں ہے اعدلوا بین اولادکم فی النحل کما تحبون ان یعدلوا بینکم فی البر (تم لوگ عطیوں میں سب بچوں میں ایسے برابری کیا کرو۔ جیسے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ وہ فرمانبرداری میں تمہارے لئے برابری کریں)، ان دونوں حدیثوں میں دو باتیں ثابت ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ برابر کرنا ایسے ہی ہو جیسے تم چاہتے ہو کہ وہ فرمانبرداری میں برابری کریں، اور ظاہر ہے۔ کہ فرمانبرداری $\frac{1}{3}$ $\frac{2}{3}$ کا فرق مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر مقدار نہیں ہوسکتی تو عطایا میں بھی جو اس جیسے فرما گئے ہیں یہ فرق نہ ہوگا۔ برابر برابر کرنا ہوگا۔ دوسری بات یہ کہ اولاد ولد کی جمع ہے۔ جو بمعنی مولود جنا ہوا ہے۔ لڑکا لڑکی دونوں جنے ہوئے ہیں۔ یہ دونوں کو شامل اس لئے دونوں کو برابر عطایا ہونے چاہئیں لڑکے کو زائد لڑکی کم نہ ہو

۶۔ نعمان بن بشیر والی حدیث میں ہے۔ کل ولدك نحلته مثل ھذا قالَ لا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فارجعہ (تم نے اپنے سب بچوں کو اس کے مثل دیا ہے۔ عرض کیا نہیں فرمایا تو واپس لے لو) مثل ہذا اس کے جیسا برابری کو ثابت کرتا ہے۔ حضور نے ناپسند اسی لئے فرمایا تھا۔ کہ سب بچے بچیوں کو عطا نہیں کیا گیا تھا۔ ولد دونوں کو شامل ہے۔ ہر ایک کے مثل کی مستحق ہے۔ برابر مستحق ہے

۷۔ ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ ان لھم علیك من الحق ان تعدل بینھم کما ان لك علیھم من الحق یبروك (اولاد کا تم پر یہ حق ہے۔ کہ تم ان کے درمیان برابری کیا کرو جیسے کہ ان پر تمہارا یہ حق ہے۔ کہ وہ تمہاری فرمانبرداری کیا کریں) یعنی دونوں یکساں ہیں۔ نہ فرمانبرداری $\frac{1}{3}$ $\frac{2}{3}$ ہوسکے گی۔ کہ یہ عدل نہیں اور ممکن ہی نہیں نہ عطایا میں لڑکے کا حصہ دوگناہ $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{3}$ کی یہ عدل نہیں ہے۔

۸ مسند امام احمد کی حدیث ہے۔ ان لبنیك علیك من الحق ان تعدل بینھم فلا تشھدنی علی الجور الیسرك ان یکونوا الیك فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا (تمہارے بیٹوں کا تم پر یہ حق ہے کہ تم ان کے درمیان عدل کرو تو مجھ کو جور یعنی خلاف عدل پر گواہ نہ بناؤ۔ کیا تم کو یہ بات خوش کرتی ہے کہ سب بچے فرمانبرداری میں تمہارے لئے برابر ہوں۔ عرض کیا۔ ضرور فرمایا تو پھر ایسا نہ کرو) کہ عطیہ میں برابری نہ کرو۔ ان سب حدیثوں سے معلوم ہوا۔ کہ جب ماں باپ یہ چاہتے ہیں کہ ہماری فرمانبرداری میں سب کے سب بچے برابر برابر رہیں۔ تو اُن کو بھی عطایا میں برابری کرنی چاہئے جیسے وہ اُن سے اس کو پسند نہیں کرتے کہ فرمانبرداری میں $\frac{1}{3}$ $\frac{2}{3}$ کی نسبت ہو تو عطایا میں بھی یہ نسبت چاہیں۔

۹۔ لڑکے کے لئے دو لڑکی کے برابر کی تعیین موت سے پہلے ہو ہی نہیں سکتی۔ اس پر زندگی میں عمل ہی ممکن نہیں ذرا غور سے کام لیا جائے یہ حصے لڑکے لڑکیوں کی تعداد سے بدلتے رہتے ہیں ایک ایک لڑکا لڑکی ہو تو $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{3}$ حصے ہوں گے اگر لڑکیاں دو ہوں لڑکا ایک تو لڑکے کا $\frac{2}{4}$ یا $\frac{1}{2}$ اور ہر لڑکی کا $\frac{1}{4}$ تین لڑکیاں ہوں لڑکا ایک تو لڑکے کا $\frac{2}{5}$ ہر لڑکی کا $\frac{1}{5}$ لڑکے تین لڑکی ایک تو ہر لڑکے کا $\frac{2}{7}$ لڑکی کا $\frac{1}{7}$ اسی طرح فرق ہوتا رہیگا پھر موت سے کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ لڑکا ایک لڑکیاں دو تھیں لڑکے کا $\frac{2}{4}$ نصف تھا۔ ہر لڑکی کا $\frac{1}{4}$ ایک لڑکی باپ سے پہلے مرگئی تو لڑکی کا $\frac{1}{3}$ لڑکے کا $\frac{2}{3}$ ہوگیا یا لڑکا مرگیا $\frac{1}{4}$ کے بجائے ہر لڑکی کا $\frac{1}{3}$ ہوگیا باقی $\frac{1}{3}$ عصبہ کا ہوگا۔

ایسے ہی ایک لڑکا ایک لڑکی تھی مگر باپ کی بیوی بھی ماں بھی تھی باپ بھی تھا۔ تو لڑکی کا $\frac{7}{24}$ لڑکے کا $\frac{14}{24}$ پانچویں حصہ سے زائد لڑکی کا تہائی سے کم لڑکے کا ہوگا۔ اگر باپ سے پہلے ماں دادا دادی وفات پاگئے تو ایک تہائی لڑکی کا دو تہائی لڑکے کا ہوگا چونکہ موت کا حال معلوم نہیں ہوسکتا۔ اس لئے یہ لڑکا کا حصہ دو لڑکی کی برابر متعین نہیں ہوسکتا۔ تو ہبہ کیسے ممکن ہے۔ کیونکہ ذوی الفروض کے قرآنی متعین حصے دینے کے بعد ہے ذوی الفروض میں کون پہلے مرتا یا زندہ رہتا ہے۔ معلوم نہیں۔ تو مقدار معین ہو ہی نہیں سکتی۔

۱۰۔ اس وقت ایک لڑکا لڑکی ہو تو $\frac{2}{3}$ $\frac{1}{3}$ ہے۔ چند روز اور ہوگئے۔ تو فرق لازمی ہے۔ اس لئے زندگی میں۔ اُن کی تعین ہی محال ہے عمل اور ہبہ بھی اُس کا محال ہے۔ مگر عدل یعنی برابر موجودہ ہیں۔ وہ ہر وقت ممکن ہے اس میں ذوی الفروض سے بھی فرق نہیں ہوتا کہ ان کا حصہ ابھی دیا نہیں اور عدل کا مدار ان کے حصوں پر نہیں صرف

حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کا ان پر مدار ہے۔ لہٰذا زندگی میں جو جائداد یا عطایا یا چیزیں دی جائیں وہ لڑکا لڑکی کو برابر دینا ہی مستحب ہے لڑکی کو ایک اور لڑکے کے دو حصے نہیں ہوں گے۔ وہ قانون مرنے کے بعد کا ہے زندگی موت جیسی نہیں ہے۔

خط کے دلائل کا جواب

فتاویٰ نذیریہ۔ اختیارات ابن تیمیہ اور دلیل الطالب تو ہمارے یہاں نہیں ہیں عینی شرح بخاری میں فرقہ ظاہریہ کا یہ قول درج ہے اور ان حضرات کے تخیلات ان سے ملتے جلتے ہوا کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے ضرور اپنے مذہب کی حمایت میں کچھ نہ کچھ لکھا ہوگا۔ کہ عدل واجب اور زندہ کا عطیہ مثل مردہ کے قرار دیا جائے گا اگر ان کے دلائل نقل کر دئے جاتے۔ تو ان کی کمزوری بھی پیش کی جاسکتی تھی۔ جو دلائل اس وقت خط میں لکھے ہیں۔ ان کے متعلق عرض کیا جاتا ہے۔ پہلی دلیل میراث کی آیت ہے۔

لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ (لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر) آیت کو پہلی آیت کے الفاظ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ (جو ترکہ چھوڑ جائیں ماں باپ اور اقربا) اور بعد کی آیت کے الفاظ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (دو تہائی ترکہ) اور مِمَّا تَرَكَ (جو اولاد ترکہ چھوڑے) ان ترکوں کی تقسیم سے قطع کرکے میراث سے آیت کو الگ کرکے عام بنا کے زندہ کو مردہ کی طرح بنا کر جو آیت سے لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصہ کی برابر دینے پر استدلال کیا ہے۔ یہ تو ایسا ہوگیا جیسے کوئی دشمن نماز یہ دلیل بنائے۔ کہ قرآن مجید میں تو نماز کے قریب بھی جانے کو منع کیا ہے۔ لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ (نماز کے قریب بھی نہ جاؤ) اگر اس کا وَاَنْتُمْ سُکَارٰی (جب کہ تم نشہ میں ہو) سے قطع کرکے استدلال صحیح نہیں ہوسکتا۔ تو آپ خود غور کریں کہ اس جملہ کو اگلے پچھلے دونوں جملوں کے قطع کرکے کیسے دلیل بنایا جاسکتا ہے۔ یہ صحیح کہ شان نزول کی خصوصیت نہیں قرار دی جایا کرتی لفظ عام ہوں تو عام ہی قرار دئے جاتے ہیں مگر اس کا یہ مطلب بنانا درست نہیں ہوسکتا کہ لفظوں کو قریب کے لفظوں سے قطع کرکے عام بنا لیا جائے گا۔ کیونکہ لفظوں میں قطع و برید کرنا تو ایک قسم کی تحریف سی بن جاتی ہے۔ جیسے اس دشمن نماز کی یہ دلیل گناہ ہے۔ اپنی دلیل کو بھی سمجھ لیجئے کہ کیسی ہوگی لہٰذا یہ خود ساختہ حکم تو خدا تعالیٰ پر ایک بہتان بن رہا ہے۔ جو سخت خطرناک بات ہے۔ اگر آیت میں عموم ہوتا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث میں تو یہ ذکر ہوتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نعمان بن بشیر کے عطیہ پر اسی آیت کو فرماتے اوروں کو اس کے مثل نہ دینے کو نہ فرماتے اور حضرت بشیرؓ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم قرآن مجید کا ایسا عام حکم ہوتے ہوئے کیسے یہ کام کرسکتے تھے۔ اور بخاری کی حدیث اعدلوا بین اولادکم فی العطیہ اور دوسری حدیثیں کیسے حضور ارشاد فرماتے ذرا توجہ سے تو کام لیا جائے۔ اس کے بعد ذرا اپنے لفظوں کو بھی دیکھ لیجئے،، کوئی طاقت شرعی جواز نہیں بخش سکتی" "قرآنی تقسیم سے انحراف" "باطل اور کالعدم" اگر اس پر کوئی اس کو تحریف قرآن اور غیر اسلامی استدلال قرار دے تو فرمائے آپ کیا سمجھیں گے آیت کو اگر آگے پیچھے سے قطع کرکے عام لیا جائے گا۔ تو ہر فطری غیر فطری اختیاری غیر اختیاری دینی دنیوی داخلی خارجی تمام دین دنیا کی باتوں میں مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر ہر چیز فرض ہوگی کیونکہ جب آیت کو نہ میراث سے تعلق رہا ہے نہ کسی اور چیز سے تو اب ہر چیز کے لئے عام اور اولاد کے لئے ہر مرد کے لئے دو عورتوں کے برابر حصہ ہوگا۔ دو جسم، دو روح، دو دل، دو دماغ، دو عقل، دو زبانیں، چار ہاتھ، چار کان، چار پیر، چار آنکھیں، دو ناک، دو چہرے دو سر دو پشت وغیرہ وغیرہ۔ ایسے ہی ہر وقت کی دو دو نمازیں دو ماہ کے روزے دو حج قربانی کے دو حصے دو صدقہ فطر چالیس میں سے ایک کی جگہ دو روپئے زکوٰۃ۔ ہزار میں ۲۵ کی جگہ ۵۰۔ لڑکی کو جہیز میں پچاس ہزار کا سامان زیور وغیرہ دیا تو لڑکے کو اس وقت ایک لاکھ اور اگر دس لڑکے ہوئے تو دس لاکھ تربیت لباس جوتا مکان یا کمرہ یا کوئی بھی استعمالی غیر استعمالی چیز ہو ہر لڑکے کو لڑکی سے دوگنا فرض ہوگا۔ چوڑیاں پازیب ہار لڑکی کو ایک ایک تو لڑکے کو دو دو غرض تمام دین و دنیا کی ضرورت بیضرورت کی چیزوں اور سب باتوں میں یہ عمل فرض قرار پائے گا۔ اور جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ مفہوم آیت کا صحیح ہی نہیں۔ آج تک تو دنیا میں کوئی شخص بھی اس آیت کا یہ مفہوم نہیں بنا سکا تھا۔ نہ آئندہ توقع تھی۔ یہ ایسی نئی ایجاد ہے تو شاید ہی کوئی صاحب عقل اس کا ہمنوا بن سکے۔ ہاں ایک بات اور بھی ہے کہ عورت کی کچھ خصوصیات بھی ہیں یہ بھی مرد میں دوگنی ہونی ضروری ہوں گی۔ اور یہ اس آیت شریفہ کے انکار کا سبب بھی بن جائے گا۔ اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ اور یقیناً تم عورتوں کی مکاری بڑی ہے، جو حق تعالیٰ نے بلا انکار فرمایا۔ تو اس قاعدہ سے مکاری بھی مرد میں دوگنی ہوگی۔ تو عورت کی مکاری عظیم نہ ہوئی آیت کے خلاف لازم آگیا۔ اور عموم ہوگا۔ تو میراث میں لازم آتا ہے۔ اور کسی وارث کا کوئی حصہ نہ بنے اور کل لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ اولاد پر تقسیم ہو جائے قرآن نے ذوی الفروض ماں باپ میاں بیوی وغیرہ سب کے حصے ختم ہوکر قانون میراث ہی اڑ جائے گا کیونکہ وہاں تو ذوی الفروض کے بعد جو بچے گا وہ اس طرح تقسیم ہوتا ہے۔ عموم نہیں ہے۔ اور جیسے اوپر عرض ہے غیر میراث میں زندگی میں ذوی الفروض سے باقی کی تعیین ہی نہیں ہوسکتی ہبہ ممکن ہی نہیں۔ اس لئے اب کا یہ مفہوم ہی ممکن نہیں۔

اس کا خلاصہ یہ کہ اگر وہ لڑکی کا حصہ بغیر ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے مراد ہوں۔ تو کل ترکہ صرف اولاد کا ہو جانا لازم اور قرآنی حصے سارے غائب یہ غلط ہے۔ اور اگر ان کے حصے نکالنے کے بعد جو باقی ہو۔ اس میں سے لڑکے لڑکی کے یہ حصے مراد ہوں تو وہ زندگی میں معین نہیں ہوسکتی۔ ان کا وجود ہی محال تو ہبہ وغیرہ ہر صورت محال ہوگی۔ جیسے برابری کی دلیلوں کے آخری نمبر میں عرض ہو چکا ہے۔ دونوں صورتیں غلط ہیں۔ تو یہ مفہوم ہی غلط ہے۔ آیت کا مفہوم وہی بعد موت تقسیم کا ہے۔

(باقی صـ۱۶ پر)

عبدالرحمٰن لودھیانوی، شیخوپورہ

خلاصہ تاریخ بیت المقدس

مسجدِ اقصیٰ یا بیت المقدس اُسی مسجد کا نام ہے جس کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے جنّوں سے تعمیر کرایا تھا۔ اہل کتاب اس کو ہیکل کہتے ہیں یہ مسجد شہر یروشلم میں واقع ہے جو ملک فلسطین میں ہے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کے عہد میں اس ملک کا حدود اربعہ وسیع ہو گیا تھا۔ قدیم زمانہ میں اس ملک پر بابل اور نینوا کے بادشاہوں کی حکومت تھی۔ شاہانِ نینوا کے عہد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اصلی وطن بابل سے ہجرت کرکے ملک شام میں آرہے تھے۔

یروشلم جس میں مسجد اقصیٰ یا ہیکل سلیمانی واقع تھی بحیرہ روم سے ۳۲ میل کے فاصلہ پر سطح سمندر سے ۲۵۳۸ فٹ کی بلندی پر واقع ہے اور دریائے یردن جہاں کہ حضرت مسیحؑ نے اصطباغ لیا تھا جس کا پانی ہر سال ہزاروں عیسائی گنگا جل کی طرح تبرکاً لے جاتے ہیں یروشلم سے ۱۸ میل دور ہے اور شہر حبرون جنوب کی طرف ۱۰-۱۲ میل ہے۔ اور سامریہ شمال کی طرف ۳۶ میل اور دمشق سے یروشلم جنوب و مغرب کے رخ ۱۲۰ میل ہے اور بغداد سے ساڑھے چار سو میل مغرب کے رُخ میں ہے۔ نابلس کے قریب حضرت یعقوبؑ رہا کرتے تھے۔

یہ ملک شام حضرت سلطان ترکی کے قبضہ میں تھا۔ اس ملک میں یہودی، عیسائی، ارمنی اور مسلمان رہتے ہیں۔ زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے اور تقریباً کل ملک میں مادری زبان سینکڑوں برسوں سے عربی ہے شہر یروشلم سے مشرق کی جانب تھوڑے فاصلہ پر زیتون کا پہاڑ ہے۔ جہاں رات کو حضرت عیسیٰؑ عبادت کیا کرتے تھے۔ یہیں سے یہودی آپ کو گرفتار کرکے پلاطوس کے پاس لے گئے تھے۔

یروشلم جدید کی شہر پناہ کا گھیر جس کو سنہ ۹۳۴ھ میں سلطان سلیمان بن سلیم شاہِ روم نے تعمیر کرایا تھا تخمیناً اڑھائی میل ہے۔

اس شہر میں جو سب سے مقدس اور عمدہ مقام ہے وہ مسجد ہے کہ جس کو امیر المومنین حضرت عمرؓ نے تعمیر کیا تھا جو مسجد الصخرہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے اندر ایک پتھر لگا ہوا ہے یہ مسجد آٹھ پہلو ہے اور ہر ایک پہلو ۶۰ فٹ کا ہے اور اس میں چار باب ہیں۔ باب الغربی، باب الشرقی۔ باب القبلہ۔ باب الجنۃ۔ اوپر کے درجہ میں ہر ایک پہلو میں ساٹھ ساٹھ اونچی کھڑکیاں ہیں اور اور سنگ مرمر کے عوض تمام دیوار رنگین خشت پختہ سے بنی ہوئی ہے۔ جن پر چاروں طرف قرآن مجید کی آیات بخط جلی لکھی ہوئی ہیں۔

جب حضرت موسیٰؑ مصر سے لاکھوں بنی اسرائیلیوں کو ملک شام میں وعدۂ الٰہی کے مطابق لے جانے کے لئے نکلے اور وہ مہینہ یا سوا مہینہ کا راستہ تھا لیکن بنی اسرائیل کی نافرمانیوں اور سرکشیوں سے چالیس برس کا سفر بن گیا۔ پھر موسیٰؑ کے جانشین یوشع بن نون نے ملک فلسطین فتح کیا اور بنی اسرائیل کنعان کے وارث ہوئے۔ ان میں یوشع سے لے کر طالوت تک سردار ہوتے تھے۔ پھر ان کے بعد سے سلطنت اور بادشاہت قائم ہوئی۔ سب سے اوّل بادشاہ بنی اسرائیل کے حضرت داؤدؑ ہیں۔ خدا تعالےٰ کا منشاء تھا کہ میری عبادت گاہ پختہ بنے۔ مگر حضرت داؤدؑ کو اس کی تعمیر کی مہلت نہ ملی گو سامان مہیا کیا تھا۔ اس لئے وہ وفات کے وقت اپنے بیٹے حضرت سلیمانؑ کو وصیت فرما گئے۔ سامان بھی دے دیا اور ہیکل کا نقشہ بھی ان کے حوالے کیا۔

حضرت سلیمانؑ نے اپنی تخت نشینی کے چار سال بعد ہیکل کو تعمیر کرانا شروع کیا۔ خروج مصر سے ۵۹۲ برس بعد اور حضرت ابراہیمؑ ملک کنعان میں آباد ہونے سے ۱۰۲۰ برس بعد اور طوفان نوح ۱۴۴۰ برس بعد اور آدمؑ کی پیدائش سے ۳۱۱۰ برس گذرے تھے۔

حضرت سلیمانؑ چالیس برس سلطنت کرکے ۹۴ سال کی عمر میں جاں بحق ہوئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا رحبعام تخت نشین ہوا۔ یہ شخص اوباش اور بدعقل اوباشوں کا دوست تھا تھوڑے ہی دنوں میں اقتدار سلطنت حاصل کرکے پورا بے دین ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بارہ فرقوں میں سے صرف دو فرقے بنی اسرائیل کے اس کی حکومت میں رہ گئے۔ اس کے چند روز بعد سیساق شاہ مصر دو سو رتھ، ساٹھ ہزار سوار اور چار لاکھ پیادہ فوج لے کر یروشلم پر چڑھ آیا۔ اگرچہ شہر کو جلایا یا گرایا نہیں۔ نہ ہیکل کو گرایا بلکہ اس میں جس قدر سونے چاندی کا اسباب تھا سب لے گیا اس کے بعد رحبعام نے پیتل کا سامان بنایا۔ یہ پہلی مصیبت تھی جو حضرت سلیمان کے بعد ہیکل اور یروشلم پر آئی۔

۴۰۰ سال بعد یوسیا نے پھر ہیکل کی مرمت کی۔ یہ بادشاہ دیندار تھا۔ مصر کے بادشاہ فرعون نیکوہ نے ملک آسور پر چڑھائی کی۔ پھر بابل کے بادشاہ بخت نصر نے ملک یہود پر چڑھائی کی۔ بخت نصر کے سپہ سالار نے یروشلم اور ہیکل کے سب مال و اسباب کو جمع کرکے باقی تمام شہروں ہیکل میں آگ لگا دی اور سب کو جلا کر خاک کر دیا۔ اور ہزارہا مرد و زن کو اسیر کرکے بابل میں پہنچا دیا۔ جب شاہانِ بابل کا ایران کے بادشاہ خسرو کے ہاتھ سے خاتمہ ہوا۔

الغرض ہیکل دوبارہ پھر اسی طور سے تعمیر ہوئی۔ یوشع بن صدق اس کے مہتمم تھے اور حجی اور زکریا بن عیدو علیہما السلام مذہبی دستور کے موافق ہدایت کرتے جاتے تھے اور شاہ ایران کی طرف سے تعمیر کا خرچ اور سامان کی مدد ملتی تھی۔ سو عرصہ کے بعد حضرت عزیر علیہ السلام بھی بہت سے ساز و سامان اور ایک جماعت لے کر شریک ہوئے۔

دارا کے بعد اس کا بیٹا خشتشاہ تخت نشین ہوا۔ یہ بھی بنی اسرائیل پر بڑا مہربان تھا۔

یروشلم پر چھ حادثے پیش آئے اور چار دفعہ اس کی مرمت کی گئی

حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ ہو کر ایک لشکر جمع کیا اور ۶۳۲ء میں ملک شام کے لینے کا ارادہ کیا اور یزید بن ابوسفیان کو امیر لشکر بنا کر اور بہت سی نصیحتیں کر کے روانہ کیا۔ ہرقل نے اپنی رعیت کو لڑائی کے لئے بھڑکایا مگر کچھ کارگر نہ ہوا یزید کے پاس سے متواتر خلیفہ کو فتحیابی کی خبریں آتی تھیں۔ ادھر ایک اور لشکر تسخیر بیت المقدس کے لئے تیار کیا آخر شہر بصرہ کو فتح کیا اس کے چار دن بعد اہل اسلام دمشق کی دیواروں تلے آ پہنچے۔

ابوبکر صدیقؓ نے دمشق فتح ہونے سے پہلے ماہ جولائی ۶۳۴ء میں وفات پائی اور وفات سے پہلے وصیت کی کہ میرے بعد عمرؓ کو خلیفہ مقرر کرنا۔ حضرت عمرؓ نے اس عہدہ سے انکار کر دیا تھا کہ مجھے اس کی آرزو نہیں۔ مگر ابوبکر صدیقؓ کے فرمانے سے قبول کر لیا۔

حرب الصلیب ۱۱۸۷ھ میں سلطان صلاح الدینؒ

یوسف بن ایوب نے ان عیسائیوں کے مقابلہ کا ارادہ کیا جو نوے برس سے ان ممالک پر حاکم اور مسلط تھے۔ اول طبریہ پر ہفتہ کے روز ربیع الاول کو لڑائی ہوئی۔ عیسائیوں نے شکست کھائی جس میں فرنگستان کا ایک بادشاہ اور ایک گرجستان کا عیسائی بادشاہ گرفتار ہوا اس کے بعد شہر عکہ کا محاصرہ کیا اس کو بھی فتح کیا۔ پھر بیروت، قسارہ، صفوریہ، رملہ، بیت اللحم وغیرہ کو فتح کرتا ہوا خاص بیت المقدس کی شہر پناہ کا بھی محاصرہ کر لیا۔ پھر فرنگیوں نے امن چاہا۔ سلطان نے شرائط پیش کیں۔ انہوں نے قبول کر لیں ۲۷ رجب کو بادشاہ شہر میں داخل ہوا۔ عیسائیوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا۔ شہر فتح کر کے سلطان صلاح الدین ایوبی نے پھر مسجد کو اسی طور سے تعمیر کرا دیا۔ نورالدین محمود بن زنگی کا بنوایا ہوا منبر مسجد میں رکھا۔ جب یورپ میں یہ خبر پہنچی تو پھر جوش پیدا ہوا اور انگلستان کا بادشاہ رچرڈ اول، فرانس کا فلپ آگسٹس، جرمن کا فریڈرک بڑی خونخوار فوجیں لے کر بیت المقدس پر چڑھ آئے مگر یروشلم میں جانا نصیب نہ ہوا۔ صرف عکا میں گئے جہاں صلاح الدین نے ایک عیسائی بادشاہ کو محاصرہ میں لے رکھا تھا۔ طرفین میں بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ آخر سب پسپا ہو کر بھاگے۔ اور تھوڑے دنوں بعد عکا بھی سلطان نے فتح کر لیا تھا۔ اس جنگ میں صلاح الدین نے بڑی فیاضی کی۔ آخر سب شکست کھا کر پریشان ہو کر اپنے ملکوں میں واپس گئے۔

۱۱۹۵ء سے لے کر ۱۱۹۷ء تک اس لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ ہنری ششم اپنے لشکر کے تین حصے کر کے ارض مقدسہ کی طرف روانہ کئے اور سب نے جمع ہو کر بڑا زور لگایا ــــ مگر صلاح الدین کے جانشینوں سے شکست کھا کر نہایت بدحواسی کے ساتھ پسپا ہوئے۔ غرضیکہ آٹھ دفعہ حملے کئے گئے مگر وہ ناکام رہے۔ تخمیناً دو سو برس تک حملے کرتے رہے۔ پھر سلاطین عثمانیہ کا ستارہ بلند رہا۔ جس نے یورپ کو نیچا دکھلایا۔ اور ان کے دلوں سے حملوں کی ہوس نکال دی۔ صلاح الدین کے قبضہ کے بعد سے پھر بیت المقدس مسلمانوں ہی کے قبضہ میں رہا۔ (ماخوذ از تفسیر حقانی)

تمام دنیا میں اسرائیلیوں کی آبادی ایک کروڑ سے بھی کم ہے۔ اور وہ بھی نہایت منتشر حالت میں ہے کچھ انگلستان میں ہیں، کچھ فرانس میں، کچھ امریکہ میں، کچھ ترکی میں اور کچھ جرمنی میں، روس، پولینڈ، اسپین، اٹلی، مصر، جاپان اور ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں۔

اسرائیلیوں نے یہ راز سمجھ لیا ہے کہ دولت ہی بڑی قوت ہے۔ یہ لوگ اول درجہ کے ابن الوقت اور زمانہ شناس ہیں جس ملک میں رہتے ہیں وہاں کے لوگوں سے گھل مل جاتے ہیں مگر اپنی قومیت کبھی ترک نہیں کرتے اور اپنے روپے کے بل پر سیاسیات میں دخیل ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی یہ مغضوب قوم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بہت ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر ذلت اور مسکینی ڈالی۔ یہ انگریزوں کے سایہ تلے رہتے ہیں۔ ان کے بل بوتے پر زندہ ہیں۔

بیت المقدس انبیائے سابقین کا قبلہ ہے۔ یہ مسجد جس کو اہل کتاب ہیکل کہتے ہیں ملک فلسطین کے یروشلم شہر میں حضرت سلیمانؑ نے حضرت موسیٰؑ سے تقریباً پانسو برس بعد تعمیر کی تھی۔ اس پر بنی اسرائیل کی شرارت و بدکاری سے کئی بار حملے ہوئے۔ یہ مسجد گرائی گئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں شہزادہ روم طیطس کی گرائی ہوئی مسجد کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ مسجد اسی جگہ کا نام ہے۔ اس کے آس پاس عیسائیوں نے مذہبی عمارت تعمیر کر رکھی تھی۔ سلف سے خلف تک مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے۔ اقصیٰ بمعنی بعید ہیں۔ کیونکہ خانہ کعبہ سے یہ بہت دور تھی۔ اس سے پرے اور کوئی مسجد نہ تھی۔ یہ برکت والی جگہ ہے۔ یہ سرسبز ملک میں پھل پھول کی جگہ ہے۔ یہ خدا کی عطا کردہ برکت ہے اس کے ارد گرد حضرات انبیاء علیہم السلام کے مزارات ہیں۔

مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنا باقی مساجد سے ۵۰ ہزار نمازوں کے برابر ہوتی ہے یہ بڑی برکت والی جگہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اول ہی سے خانہ کعبہ مقرر ہوا تھا۔ بیچ میں کچھ عرصہ کے لئے امتحاناً بیت المقدس کو قبلہ مقرر فرمایا۔ بے شک یہ تبدیلی لوگوں کے لئے گھبراہٹ کا باعث تھی۔ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم اس لئے ہوا کہ یہ حضرت ابراہیمؑ کا قبلہ تھا۔ اور نبی آخر الزمانؐ کو بھی اسی کی طرف منہ پھیرنے کا حکم دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خانہ کعبہ کا قبلہ ہونا پسند تھا۔

اسرائیلیوں کی تعداد ۱۹۳۴ء میں ۴۲۴۵۹ تھی۔ ان کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت دی گئی ۱۹۳۵ء میں ۶۱۵۰۰ تھی۔ اس داخلہ کا مطلب یہ تھا کہ کسی دن فلسطین کا ایک ایک گوشہ عربوں سے خالی ہو جائے اور یہود تمام ملک میں چھا جائیں۔ چنانچہ آج کل اسرائیلیوں اور جمہوریہ عرب کے درمیان

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تقریر: مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی

تحریر: محمد عثمان غنی، بی، اے

(۸)

میرے دوستو! آپ جانتے ہیں اکثر — یہ سیرت ہے — جب ہم نماز پڑھتے ہیں، پہلے کیا کہتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ خدا سب سے بڑا ہے (توحید بیان کر دی)، سبحانک اللہ، الحمد للہ رب العلمین، سبحان ربی العظیم، سبحان ربی الاعلی، التحیات درود۔ پھر جب نماز ختم کرتے ہیں تو کیا پڑھتے ہیں السلام علیکم و رحمۃ اللہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ نماز شروع کی توحید سے، ختم کی اخوت کے سلام پر، شروع کی اللہ کا نام لے کر، ختم کی کہ تو میرا بھائی ہے، میرے ساتھ نماز میں شریک ہوا تو میں تو سلام کا تحفہ لے کر دنیا میں آیا ہوں۔ مسلمان سلامتی کا پیغام لانے والا، مسلمان صلح و امن کا پیغام لانے والا، مسلمان دنیا میں اللہ کے دین کو پھیلانے والا۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ جو باتیں اُن بزرگوں نے نہ سمجھیں، محمد قاسم نانوتوی نہ سمجھ سکا اور پچھلے دور کے اور لوگ نہ سمجھ سکے۔ اقبالؒ کی بات بھی سن لیجئے، اقبال بچارے کو تو ہم نے پتہ نہیں کیا کیا بنا رکھا ہے۔ اس کی بات مانتے ہی کوئی نہیں — اقبال لکھتے ہیں ؎

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط
قوم را برہم ہمی پیچد بساط
ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر
اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

جب قوم گرنے لگے، بدعملی کا دور دورہ ہو، تو پھر اگر مجتہد پیدا ہو جائیں — محقق — محقق کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے تحقیق والا محقق، جو تحقیق کرے۔ جیسے تحقیق کی حضرت نانوتویؒ نے، جیسے تحقیق کی حضرت لاہوریؒ نے یا جیسے اور محقق ہیں — ایک ہے محقق حقے والا۔ حقہ پیئے — تحقیق بھی کرے، سگریٹ بھی پیئے، قرآن کی "تفسیر" بھی لکھے۔ ادھر بوتل بھی چڑھائے اور قرآن کی تفسیر بھی لکھ ڈالے — نہ کسی سے پڑھا نہ لکھا نام محمد فاضل — بھائی تمہارے ہاں کوئی قلی بھی بھرتی کرنا ہو تو پوچھتے ہیں سرٹیفکیٹ لاؤ، کہاں پڑھا ہے۔ میٹرک پاس ہے کہ نہیں ہے؟ یہ جو ٹانگا چلاتا ہے سڑکوں پر، بلا لائسنس کے چلا سکتا ہے؟ نہیں چلا سکتا۔ جو سامان اٹھاتا ہے سٹیشن پر قلی اس کے نمبر لگا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جو ایمان کی گاڑی کو چلاتے؟ سند کی کوئی ضرورت نہیں، لاکھوں کا بیڑا غرق کر دے پرواہ کوئی نہیں۔ "دیوبند پڑھا ہے؟" "نہیں جی دیوبند تو نہیں گیا۔" "سہارن پور؟" "نہیں"۔ "گولڑے؟" "نہیں" "بریلی؟" "نہیں"۔ "کہاں پڑھا ہے؟" "میں نے جی گھر پر ہی کتابیں دیکھی ہیں، مطالعہ کیا ہے۔ میرا نالج بڑھ گیا ہے"۔ ساتھ ہی فالج بھی بڑھ گیا ہے۔ یہ فالج ہے۔ اللہ ان کو ہدایت دے۔ دین کو مذاق بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین سے مذاق کرنے سے ان کو بچائے۔ ہمارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

اور ہم بھی پھر لٹو ہو جاتے ہیں کہ "جی فلاں نے ایک کتاب لکھی ہے"۔ کیا لکھا ہے جی؟" "او جی کہتا ہے کہ جی یہ جو روزے ہیں یہ ملاؤں نے ویسے ہی رکھ دئیے ہیں، ہیں نہیں درحقیقت"۔ "بڑا محقق ہے شاباش! بھائی بڑا قابل آدمی ہے۔ سبحان اللہ!" یہ شیطان کی تلبیس ہے — یاد رکھو — شیطان جب کسی کو پھسلاتا ہے تو پہلے وہ تصوف پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ تصوف مشکل ہے نا جی! اب تہجد پڑھنا آسان ہے کہ مشکل ہے؟ یہ تو بڑا مشکل ہے۔ اوّابین؟ اشراق؟ چاشت؟ ایام بیض کے روزے رکھنا؟ اللہ کا ذکر کرنا؟ ذکرِ قلبی کرنا؟ ذکرِ نفسی کرنا؟ بیگانہ مال نہ کھاتا؟ راستے پر چلے تو نظریں نیچی کر کے چلے، رشوت نہ کھائے، ماں باپ کا ادب کرے، بیوی کے حقوق ادا کرے، بیوی خاوند کے حق ادا کرے — یہ تصوف ہے — یہ مشکل ہے نا؟ تو پہلے یوں ہی لگاتا ہے — "ارے پیر؟ ارے ٹھگ ہیں چھوڑ پرے۔ اللہ اللہ کرو اور اللہ اللہ کرو، اللہ اللہ کیا ہوا؟" او ظالم! سمجھتا نہیں اللہ کا نام ہی تو سب کا مقصود بالذات ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ جو اللہ اللہ کراتے ہیں تو اس سے کیا نکالتے ہیں تو اللہ اللہ کرانے کے بعد؟ قرآن اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ فرمایا مومن کی نشانیاں بتاؤں کون سی ہیں؟ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ۔ جب خدا کا نام آ جائے۔ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ دل ڈر جائیں اللہ کا نام سن کر۔ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ جب قرآن پڑھا جائے۔ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا ایمان بڑھتا چلا جائے وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ۔ بھروسہ خدا کی ذات پر ہو۔

تو شیطان پہلے تصوف سے ہٹاتا ہے۔ اور اس کے بعد پھر آتی ہے عبادات کی باری — "او جی نماز میں کیا پڑا ہے؟ چھوڑ دو تو کیا حرج ہے؟ اور روزے؟ اجی بس صحت خراب ہوتی ہے۔ باڈی کمزور ہو جاتی ہے۔ ہم مزدور لوگ ہیں — اور حج؟ خواہ مخواہ پیسے ضائع کرنا ہے، یہ کیا مصیبت ہے" — یاد رکھو میرے بزرگو! اللہ کے دین کے ساتھ استہزاء، خدا کے نزدیک سب سے بڑا جرم ہے، دین کو قبول کرنا، دین پر ایمان رکھنا اور عملی کمزوریوں کے لئے خدا سے معافی مانگنا یہ تو صحیح ہے۔ لیکن دین پر عمل بھی نہ کرے۔ رب العالمین سے اپنی کمزوریوں کی معافی بھی نہ مانگے، تو اسی سلسلے میں میں عرض کر رہا تھا کہ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جو شان ہے۔ جب تک وہ ذہن میں نہ آئے اس وقت تک عمل نہیں ہو سکتا۔ اسی ضمن میں میں نے یہ قرآن کی آیت پیش کی تھی وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ۔ اور پھر صحابہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا چاہا؟ سبحان اللہ! حدیثوں کو اٹھا کر دیکھ

لیجئے ۔ امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان صحابہؓ نے قبول کی ۔ اللہ نے جو آپؐ کو شان عطا کی اُس شان جیسی دنیا میں کسی کو بھی شان، کسی کی بھی توقیر اور کسی کی بھی عظمت نہیں ہے ۔ قرآن میں ہے، قرآن نے حکم بھی دیا ہے ۔

تم نبی کی عزت کرو، مدد کرو، اور نبی کی توقیر کرو ۔ توقیر نبوت لازم ہے، اسلام کا ایک فریضہ ہے ۔ اس لئے قرآن فرماتا ہے ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دینِ ہدایت دے کر اور نہ مٹنے والا دین دے کر ــــ تورات مٹ گئی، انجیل مٹ گئی، زبور مٹ گئی ۔ دوسرے قانون مٹ گئے لیکن قرآن کا دین قیامت تک نہیں مٹے گا ۔ چودہ سو سال ہو گئے ہیں ۔ نہیں مٹ سکا ۔ آئندہ بھی نہیں مٹ سکے گا، کبھی نہیں مٹے گا اور لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۔ اے مسلمانو! تم دوسرے دینوں پر اسی دین کی بدولت غالب آؤ گے ۔ تمہارے غلبے کا سامان اور کچھ نہیں ہے ۔ یہی قرآن ہے ــــ اقبالؒ نے کہا نا ؎

اپنی ملت کا قیاس اقوام یورپ پر نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

تیرا عروج قرآن کے ساتھ، تیرا عروج سنت کے ساتھ، تیرا عروج اتباعِ سلف کے ساتھ، سامان بے شک پیدا کر، دنیا کے سارے سامان پیدا کر،

ابھی میں نے آپ سے تمہید میں عرض کیا کہ ڈیفنس فیکٹری بھی بناؤ ۔ لیکن مسجد بھی بناؤ ۔ مسجد میں شیطان کا مقابلہ کرو ۔ رحمان کی طاعت کا جذبہ پیدا کرو ۔ اللہ کے ساتھ لگاؤ پیدا کرو ۔ اور جب تم مساجد سے نکلو، سامانِ جنگ بناؤ، بم بناؤ، ایٹم بم بناؤ اور دوسری چیزیں بھی بناؤ ۔ اور پھر جب تم میدانِ جنگ میں پہنچو تو پھر کیا کرو؟ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو! جب میدانِ جنگ میں پہنچو اور تمہارا مقابلہ دشمنوں کے ساتھ ہو فَاثْبُتُوْا ۔ ثابت قدم رہو ۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا ۔ وہاں بھی خدا کا نام بہت لو ۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ۔ اگر سامانِ جنگ نہیں (یہ ہو سکتا ہے) ؎

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

مومن بلا تلوار کے بھی لڑ سکتا ہے صحابہؓ لڑے ہیں بلا تلوار کے، بدر میں کیا تھا، کچھ نہیں تھا، چند تلواریں تھیں، لیکن مسلمانوں نے فتح عظیم حاصل کی ــــ اور ابھی جو گذری ہے ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ، یہ سیالکوٹ اور کھیم کرن کی جنگ ۔ آپ دوست مجھ سے اچھا جانتے ہیں ۔ ہمارے پاس کیا تھا؟ ہم تو بے خبر تھے ۔ رب العالمین نے مسلمانوں کی لاج رکھی ۔ ہمارے چند نوجوانوں نے اپنی جانوں کی قربانی دی ۔ اللہ نے پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کو بچا لیا ۔ لیکن یہ تب ہوا وہ میدانِ جنگ میں پہنچے، انہوں نے اپنے آپ کو پیش کیا، اللہ کی رحمتیں نازل ہوئیں ۔ اللہ کی رحمت نے ہمیں بچایا، اللہ کی رحمت نے ہماری مدد کی ــــ تو دونوں چیزیں میرے بزرگو! سیرتِ نبیؐ کریم ہیں ۔ دنیاوی ساز و سامان کے ساتھ مسلح ہونا، یہ بھی سنتِ نبویؐ ہے، سیرت ہے اور اللہ تعالیٰ پر اعتمادِ کامل ــــ یہ بھی سیرتِ نبویؐ ہے ۔ دونوں چیزیں ملیں گی تو مسلمان ترقی کرے گا ۔

آخر میں میں صرف ایک بات عرض کرتا ہوں ۔ میرے دوستو اور میرے بزرگو! دیکھئے دنیا میں ساری باتیں عمل کے لئے ہوتی ہیں ۔ اگر عمل نہ کیا جاتے تو یہ ساری باتیں کوئی رنگ نہیں لاتیں ۔ دیکھئے ۔ آپ میں اکثر دوست نمازی ہیں ۔ ایک آدمی وضو کرے، سارا دن وضو کرتا رہے اور نماز نہ پڑھے تو کیا وہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے نماز کا ثواب ملے گا؟ وہ تو وضو کرتا رہا نماز کے لئے تو آیا ہی نہیں ۔ یہ ساری باتیں وضو کا درجہ رکھتی ہیں ۔ جلسے کرنا، روشنی کرنا، اجتماع ثواب یقیناً ہے ۔ لیکن یہ ساری کی ساری باتیں وضو کا درجہ رکھتی ہیں ۔ اس کے بعد عمل شروع ہوتا ہے ۔ آج سیرت النبیؐ کا یہ جلسہ ہے، مسجد کا افتتاح ہے ۔ میں بھی اور آپ بھی اگر مل کے فیصلہ کریں کہ ہم آئندہ زندگی میں، کل سے اگر اور نہیں لے سکتے تو کم ازکم ایک سنت حضورؐ کی لے لیں گے ۔

حضرت مجدد الفِ ثانیؒ لکھتے ہیں کہ دنیا میں جو لوگ حضورؐ کی ایک سنت پر بھی عمل کرتے ہیں اس نیت سے، ہو سکتا ہے کہ ان کی اللہ تعالیٰ نجات کر دے ــــ اور یہ واقعہ ہے ۔ آپ نے کبھی دیکھا ہوگا جب آندھیاں چلتی ہیں برسات کے موسم میں تو بڑے تناور پودے، قدآور پودے گر جاتے ہیں تو ان میں سے بعض ایسے پودے بھی ہوتے ہیں کہ صرف ایک جڑ اُن کی زمین کے ساتھ لگی رہتی ہے ۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ زمانے کے بعد وہی پودا پھر ترو تازہ ہو جاتا ہے وہ ایک جڑ جو ہوتی ہے نا وہ خوراک حاصل کرتی رہتی ہے یہی حال ہے سنتِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ۔ جب مسلمان ایک سنت پر عمل کرتا ہے تو اپنے آپ کو ایک جڑ کے اعتبار سے امام الانبیاءؐ کے ساتھ متعلق کر رہا ہے تو ہو سکتا ہے کہ وہاں سے خوراک ملتے ملتے ملتے یہ کامل ہو جائے ۔ یہی حال ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا ۔ دیکھئے! آپ دوست تو لکھے پڑھے ہیں ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو آیا کرتے تھے صحابی مسلمان ہونے کے لئے جو لوگ آتے تھے تو حضورؐ سے پوچھتے تھے "حضورؐ! اسلام کے بعد میں کیا کروں؟ فرماتے کہ تو پڑھ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط ایک صحابی آیا حضورؐ کے پاس مسلمان ہونے کے لئے ۔ ایک آدمی آیا، صحابی پھر بن گیا ۔ اس نے پوچھا "حضور! میں اسلام لانا چاہتا ہوں" فرمایا ۔ "پڑھ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ ط وَ اَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ ط مسلمان ہو گیا ــــ کتنی آسان سی بات ہے؟ تو پوچھا ــــ "حضور! اور کیا؟" فرمایا "پانچ نمازیں

(باقی صفحہ ۱۶ پر)

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ

میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۶۷ء

مرتبہ محمد عثمان غنی بی۔اے

سورۂ اعراف

میرے بھائیو اور بزرگو! الحمدللہ! آج پھر ہم سب اللہ تعالےٰ کی بات سننے اور سنانے کے لئے اکٹھے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

سورتِ الاعراف کی پہلی آیت اور اس کی کچھ تھوڑی سی تشریح گذشتہ دو درسوں میں گذر چکی ہے۔ آج انشاء اللہ مَیں کوشش کروں گا کہ یہ پورا رکوع ختم ہو جائے تاکہ آئندہ نشست میں اگلی سورت کا درس شروع کیا جائے۔

میرے بھائیو! قرآنِ کریم نے پہلی آیت میں ارشاد فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ آپؐ پر جو بات ہم نازل کرتے ہیں اس سے آپؐ کے دل میں تنگی نہ ہونی چاہئے۔ "تنگی" کا مفہوم مَیں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ قرآن مجید کے نزول سے یا قرآنِ کریم کے سمجھنے سے یا قرآن کریم کی اشاعت سے نبیٔ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سینہ مبارک تنگ ہوتا تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب آپؐ پر قرآن مجید نازل کیا گیا آپؐ نے دنیا والوں کو دعوت دی۔ کہ اے انسانو! تمہاری عقل وفہم سے بالاتر ایک اور نظام بھی ہے۔ تمہاری ساری محنتوں کے مقابلے میں ایک اور محنت بھی ہے۔ اگر تم نے اس محنت کو پا لیا، اس نظام کو قبول کر لیا تو تمہاری دنیا بھی بہتر ہو جائے گی اور قیامت بھی بہتر ہو جائے گی۔ چنانچہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ صفا پر چڑھ کر قریش کو اور مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو جو خطاب فرمایا جیسا کہ بخاری شریف میں موجود ہے —— امام الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو دعوت دی اس میں یہی بات آپؐ نے ارشاد فرمائی۔ یَآ اَیُّھَا النَّاسُ! اے لوگو! قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا۔ اے دنیا والو! اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آؤ۔ تُفْلِحُوْا۔ تم کامیاب ہو جاؤگے۔ تو اس کامیابی میں دنیا کی کامیابی بھی ہے، عالمِ برزخ کی کامیابی بھی ہے اور قیامت کی کامیابی بھی ہے۔

تو آپ ہی یہ اندازہ فرما لیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ اعلان فرمایا ہوگا اس وقت امام الانبیاءؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی کیا کیفیت تھی مادی اعتبار سے؟ سیّدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دُرِ یتیم ہیں آپؐ کی ولادتِ باسعادت سے دو ماہ یا کچھ وقت پہلے ہی، آپؐ کے والد ماجد دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ آپؐ بیوہ ماں کی گود میں تشریف لائے۔ آپؐ کے پاس مادی اعتبار سے کیا طاقت ہو سکتی ہے؟ جو کچھ تھوڑا بہت اثاثہ تھا وہ بھی اتنا نہ تھا کہ ساری دنیا کی دعوت کے لئے مادّی اعتبار سے کوئی ذریعہ بن سکے۔ اس لئے مکے والوں نے اور قرب و جوار کے رہنے والوں نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اعتراض کیا وہ آگے سورتِ حجر میں آتا ہے، سورتِ ہود میں آتا ہے اور دوسرے مقامات پر بھی آتا ہے۔ انہوں نے یہی کہا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ کَنْزٌ، لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ مَلَکٌ، اس (نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم) پر فرشتہ کوئی نازل ہوتا جو ہمارے ساتھ آکر بات کرتا، یا اس کو اللہ تعالےٰ کوئی باغات دیتے جن میں نہریں چلتیں، سونا چاندی ہوتا، دولت ہوتی، خزانے ہوتے۔ اس کے پاس تو مالی طاقت کچھ بھی نہیں ہے اور یہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ اے دنیا والو! تم میری بات مانو۔

یعنی ان کی نظر میں مادّی نظام تھا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں سماوی نظام تھا۔ حقیقت میں سماوی نظام ہی غالب آتا ہے مادّی نظام پر۔ مادی نظام اس وقت تک ہی چلتا ہے جب تک سماوی نظام کی اس میں قوّت موجود ہو۔ آپ دیکھ لیں میرا بدن، آپ کا بدن، یہ مادی نظام کا پلا ہوا ہے۔ یعنی ہم زمین سے کھاتے ہیں، زمین سے پیتے ہیں، زمین سے پہنتے ہیں، ضروریاتِ زندگی زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ مادیت کا تو یہی مفہوم ہے۔ لیکن اگر اس سے روح نکال دیا جائے جو سماوی نظام ہے تو پھر بتائیے بدن چلے گا؟ یعنی ہم یہ جو بدن کی خوراک حاصل کرتے ہیں، بدن کے رہنے سہنے کے جو لوازمات ہیں، مادّی اعتبار سے، وہ زمین سے حاصل کرتے ہیں۔ لیکن ہماری زندگی، جس کو صحیح زندگی کہا جا سکتا ہے اس کا تعلق سماوی نظام کے ساتھ ہے۔ وہ سماوی نظام اگر ہماری تربیت کو چھوڑ دے تو پھر مادّی نظام از خود ختم ہو جاتا ہے۔ ہم کتنی دیر تک اس مادے کو، اس گوشت کی لاش کو لئے لئے پھریں گے۔ آخر وقت آئے گا کہ ہم اپنے ہاتھوں سے اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں، فاتحہ پڑھ دیتے ہیں۔ آسمانی نظام نے تعلق چھوڑ دیا، مادی نظام بیکار ہو گیا —— اسی طرح میرے بھائیو اور میرے دوستو! ساری کائنات میں کارفرما سماوی نظام ہیں۔ مادی نظام اس وقت چل سکتا ہے جب سماوی نظام اس کی تائید کرے، سماوی نظام اس کی مدد کرے اگر مادی نظام سماوی نظام کی مخالفت کرے گا تو وہ نہیں پنپ سکے گا۔ یہی دعوت دی میرے بزرگو! تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ پڑھ لینا

بڑا آسان ہے لیکن اس کو سمجھنا جو ہے، اس کے مفہوم پر اگر غور و فکر کیا جائے تو سب نبیوں نے جب یہ دعوت دی تو یہ تو بہت بڑی دعوت ہے۔ قرآن مجید کی سورۂ انبیاء کو دیکھ لیجئے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْہِ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ ہم نے ہر رسول کو یہی پیغام دے کر بھیجا ہے کہ دنیا والوں کو جا کر کہہ دیجئے اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں پس تم میری ہی عبادت کرو۔ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی جو تبلیغ ہے یہ سب سے بڑا محور ہے سب

سے بڑا مرکز، اور میں عرض کروں گا، ساری کائنات کا محیط نظام ہے۔ دیکھ لیجئے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر نبی الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دونوں نظام ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

بقیہ: سیرت النبیؐ

پڑھا کرو۔" "اور کیا؟" فرمایا" روزے رکھا کرو۔" "اور کیا؟" فرمایا" زکوٰۃ دیا کرو۔" عرض کیا۔ "اور کیا؟" فرمایا۔ "حج کرو۔" (یا بعض روایتوں میں آیا آیا ہے حج کا نہیں فرمایا کیونکہ غریب تھا۔ حج نہیں فرض تھا اس پر) وہ جب اٹھتا ہے تو کہتا ہے۔ وَاللّٰہِ لَا اَزِیْدُ عَلٰی ھٰذَا وَلَا اَنْقُصُ مجھے خدا کی قسم ہے نہ اس سے زیادہ کروں گا نہ کم کروں گا ——— پکا مسلمان تھا ——— امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ "جنتی دیکھنا ہو تو اس کو دیکھو۔" حضورؐ کی ذات بابرکات ایک آئینہ ہے تو جب آئینہ شفاف پاس ہو تو اس آئینے کو دیکھیں اس آئینے میں اپنی شکل دیکھیں، جہاں جہاں داغ ہیں ان داغوں کو مٹائیں۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت آئینہ ہے۔ ہمیں دیکھنا چاہئے کہ ہم روٹی کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو کیا ہماری روٹی اس سیرت کے مطابق ہے؟ ہم گھر سے نکلتے ہیں تو کیا ہمارا گھر سے نکلنا اس سیرت کے مطابق ہے؟ جب ہم بازار جاتے ہیں سودا سلف خریدنے کے لئے، تو کیا ہمارا یہ کام اس سیرت کے مطابق ہے۔ دنیا کے جتنے کام ہم کرتے ہیں بحیثیت ایک انسان ہونے کے، کیا یہ اس آئینے کے مطابق ہیں جو محمد رسول اللہ لے کر آئے تھے؟ پھر تو کام بنتا ہے اگر یہ نہیں ہے۔ میرے بزرگو! تو حضور انور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف آپ بھی نہ کریں، میں بھی نہ کروں، کوئی بھی اگر نہ کرے۔ تو میں نے ابھی آپ کے آگے کہا اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ط وہاں تو اللہ رحمتیں بھیجتا ہے۔ اللہ کے فرشتے بھی رحمتیں بھیجتے ہیں۔ جس پر اللہ رحمتیں بھیجے

وہ میری رحمتوں کا محتاج نہیں۔ جس پر اللہ کے فرشتے رحمتیں بھیجیں ——— (صلوٰۃ و سلام) وہ میرے صلوٰۃ و سلام کا محتاج نہیں۔ آپ کا اور میرا صلوٰۃ و سلام پڑھنا اپنے ذاتی فائدے کے لئے ہے۔ اور ذاتی فائدہ میرے دوستو! اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اتباع نہ ہو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی۔ اور اتباع ہی سب سے بڑی چیز ہے ——— اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بقیہ: خلاصہ تاریخ بیت المقدس

جاری ہے۔ پاکستانیوں کو چاہیئے کہ وہ بیت المقدس کو اسرائیلیوں کے قبضہ سے نکلوائیں اور وہاں کے شہیدوں اور زخمیوں کے لئے مالی امداد کھلے دل سے کریں اور ان کی فتح کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعائیں مانگیں۔

بقیہ:- ایک نیا بل

اور فتح الباری کا محض حوالہ ہے کوئی بات یا عبارت نقل نہیں کی گئی ——— تو فتح الباری میں اس کے خلاف بہت کچھ مواد موجود ہے۔ ہم نے بھی بہت سی باتیں اس کے حوالہ سے پیش کی ہیں اور اگر بات صاف بتائی جاتی یا عبارت نقل کی جاتی۔ تو اس کی حقیقت آشکارا کی جاتی۔ کیونکہ خود مصنف کا مذہب بھی اس کے خلاف تمام امت جیسا ہے۔

مغنی ابن قدامہ کا بھی حوالہ دیا ہے مگر ان کا مذہب عدل کے وجوب کا ہے۔ مگر ضرر پہنچانا نہ ہو تو ان کے نزدیک زیادہ کرنا جائز بھی ہے۔ پوری فصل اس مسئلہ پر لکھی ہے۔ کہ اگر کوئی اندھا اپاہج معذور وغیرہ ہو تو اس کو زیادہ دینا جائز ہے۔ اور اضرار کا مفہوم بھی مغنی سے ہی معلوم کر لیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ اضرار ضرر میں مبتلا کرنا ہے۔ اور ضرر وہ ہے۔ جس سے جان یا عضو کو خلل لاحق ہو تو معذور اپاہج اندھے کا حق کاٹنا البتہ ان کے نزدیک بھی حرام ہوگا۔ حنفیہ کے نزدیک بھی اور شادی شدہ آرام والی لڑکیوں اور کاروباری لڑکوں کو محروم کرکے صرف معذور کو ہبہ کرنا جائز ہوگا۔ (باقی آئندہ)

خط و کتابت کرتے وقت

خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں

بقیہ: اداریہ

یہ صریحاً تعلیم نبویؐ کے خلاف ہے اور اگر کوئی شخص ایسا فتوےٰ دیتا ہے تو وہ فاتر العقل ہے۔ اس کے علاوہ جماعت اخوان پر ظلم کرنے کا شوشہ چھوڑنے والوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جماعت اخوان کے سید قطب ایسے رہنماؤں نے عدالت صحابہؓ کو جس طرح مجروح کیا ہے اور رفض و بدعت کے جراثیم پھیلانے کی جو کوشش کی ہے کوئی مسلمان اُسے برداشت نہیں کر سکتا۔ صدر ناصر نے اگر ایسے سبائی رجحانات کو ختم کیا ہے تو یہ بجائے خود بہت بڑی اسلامی خدمت ہے۔ اب ناصر کی مخالفت تو ایسے ہی لوگ کر سکتے ہیں جو سید قطب کی پیروی میں سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالےٰ عنہ جیسے دامادِ رسول اور خلیفہ راشد پر اور ان کے ساتھ دیگر جلیل الشان صحابہ پر شرمناک بیباکی کے ساتھ تنقید کرنے میں خدا سے خوف نہیں کھاتے۔ اور پھر بھی اپنے آپ کو اسلام کے اجارہ دار سمجھتے ہیں۔

جہاں تک صدر ناصر کے اپنے آپ کو فراعنۂ مصر کی اولاد کہنے کا تعلق ہے تو اس میں بظاہر کوئی قباحت نہیں آخر ہمارے یہاں کے معترضین اپنے آپ کو کس کی اولاد شمار کرتے ہیں۔ کیا وہ براہِ راست ہاشمی یا اموی خاندان سے نازل ہوتے ہیں۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ تاریخ کا ادنےٰ سا طالب علم بھی جانتا ہے کہ عجم میں جب اسلام پھیلا ہے تو ہمارے آباؤ اجداد کا تعلق غیر مذاہب کے اکابر سے چلا ہے۔ کسی ہنیچ پر آکر کسی خاندان کے بزرگ نے اسلام قبول کیا تو ہم مسلمان کہلائے۔ یہ تو ہے نسب کا معاملہ۔ لیکن اسے بھی مغربی پراپیگنڈے نے ناصر دشمنی کے طور پر اپنے کاسہ لیسوں کے گلے میں ڈھول بنا کر لٹکا دیا۔ کہ بے تحاشا بجاتے رہیں۔ ورنہ بات کچھ اور ہے۔ اسوان بند کی تعمیر کے موقع پر صدر ناصر نے تقریر کے دوران فرمایا تھا کہ اگرچہ ہم فراعنۂ مصر کی اولاد ہیں لیکن ہمیں مُردوں کی نہیں زندہ انسانوں کی ضرورت ہے۔ ؎

"اتنی سی بات تھی جسے افسانہ کر دیا"

انصاف سے دیکھا جائے تو صدر ناصر نے ایسی مجاہدانہ بات کہی ہے جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ لیکن ہمارے دماغ دانشوروں نے اسے کبھی اسلام اور مسلمانوں سے لاتعلق کا اعلان سمجھ کر صدر ناصر کے خلاف پراپیگنڈے کو تقویت دینے کی سخت غلطی کی۔

بہرحال ان مختصر گذارشات سے مقصود صرف اتنا ہے کہ من حیث القوم ہمیں اس وقت خاص طور پر مصر و عرب کی اخلاقی و مادی ہر دو لحاظ سے دل کھول کر مدد کرنی چاہئے۔ اس وقت تقریر و تحریر سے نہ صرف امریکی برطانوی اور اسرائیلی سازش کو پوری طرح بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے بلکہ عربوں اور مصریوں کے کردار کو ہر ممکن طریق سے سہارا دینا ہمارا اہم ترین فریضہ ہے۔ یاد رکھئے! اگر عرب اتحاد کو دیگر ممالک اسلامیہ کا عملی اتحاد و تعاون حاصل نہ ہوا تو ساری دنیا سے اسلام کا وقار ڈوب جائے گا۔ عربوں کو بھی پورے غور و تدبر اور عزم و احتیاط سے کام لینا چاہئے اور اس بات پر کڑی نگاہ رکھنی چاہئے کہ ان کے اتحاد میں شگاف نہ آنے پائے۔

شیخ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستی مدظلہم

مضطر گجراتی

حضرت عبداللہ درخواستی — سیرتش در اجتہاد و راستی

صاحبِ تقوےٰ، امیرِ باصفا — حاملِ خُلقِ نبیؐ، جانِ حیا

حافظِ آثارِ قرآن و حدیث — شارحِ اسرارِ قرآن و حدیث

قال قال، ہست ہردم بر زباں — مے کند حمدِ خدائے انس و جاں

درسِ او روشن کند ادراک را — باز گرداند در افلاک را

در دلش حُبِّ نبیؐ جلوہ نماست — شیوۂ او صبر و تسلیم و رضاست

روح و جاں شائستہ تقلیدِ حق — ہرچہ گوید گوید از تائیدِ حق

پاسبانِ دینِ حق آں خوش نصیب — خرمنِ الحاد را برقِ مہیب

نطقِ او پیہم شود گل آفریں
سایہ اش تا دیر ماند بر زمیں

سانحہ ارتحال

خدام الدین کی کہ حالیہ شمارے کی آخری کاپی لکھی جا چکی تھی۔ کہ غازی خدا بخش صاحب رکن ادارہ کے انتقالِ پُرملال کی خبر دفتر میں موصول ہوئی۔ مرحوم حضرت مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے رفیقوں میں سے تھے۔ حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بھی ایک مدت بسر کی۔ آخر میں ادارہ خدام الدین سے وابستہ ہو گئے تھے۔ جب طوالت عمر سے ضعف بہت بڑھ گیا۔ تو خانہ نشین ہو گئے بڑی خوبیوں کے انسان تھے۔ اس وقت ممکن نہیں۔ کہ اُن پر کوئی تفصیلی نوٹ لکھا جا سکے سر دست ہم قارئین سے مرحوم کی مغفرت کی دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ سے دست بدعا ہیں۔ کہ وہ مرحوم کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل بخشے (آمین) ادارے کو مرحوم کے متعلقین سے اس سانحے میں دلی ہمدردی ہے۔ (ادارہ)

اعلان

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ مورخہ ۲۸ جولائی بروز جمعہ پونے چھ بجے شام ریڈیو پاکستان لاہور "جمہور دی آواز" میں "ہدایت دی راہ" پر تقریر فرمائیں گے۔

(حاجی بشیر احمد)

تلاش گمشدگی

میرا لڑکا محمد زاہد شاہ۔ عمر دس سال۔ رنگ سفید پشتو۔ اور پنجابی بول سکتا ہے۔ نسواری پشاوری چپل پہنے ہوئے ہے۔ ساڑھے چھ .... ۶½ سپارے حفظ ہیں اگر کسی صاحب کو اس کا علم ہو۔ یا اگر کسی مدرسہ میں ہو تو براہ کرم ذیل کے پتہ پر پہنچا کر یا اطلاع دے کر ثواب دارین حاصل کریں۔ دعا گو رہوں گا۔

سید شاہ معرفت حضرت مفتی صاحب جامع مسجد قاسم علیخان قصہ خوانی پشاور شہر

کہروڑ پکا ضلع ملتان میں

تبلیغی کانفرنس

مورخہ ۲۵، ۲۶، ۲۷ اگست بروز جمعہ، ہفتہ اتوار مدرسہ باب العلوم کہروڑ پکا میں منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں مندرجہ ذیل اکابر، مشاہیر اسلام و شعراء عظام خطاب فرمائیں گے۔

مولانا محمد علی صاحب جالندہری، مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری، مولانا عبد الستار تونسوی، علامہ دوست محمد صاحب قریشی، مولانا عبد الرحمٰن جامعہ اشرفیہ لاہور، مولانا ضیاء القاسمی صاحب، مولانا مناظر حسین نظر، مولانا قائم الدین صاحب، مولانا عبد الرحمٰن جامی، مولانا عبد الشکور دین پوری، مولانا حبیب اللہ جالندہری، مولانا عبد الحی عابد، مولانا محمد لقمان صاحب، مولانا غلام قادر صاحب، مولانا عبد العزیز صاحب بھٹی، مولانا عبد القادر آزاد، صاحبزادہ منظور احمد شاہ کہروڑی، مولانا غلام احمد جلوی، مولانا عبد المجید شاکر، مولانا نور محمد مجاہد آبادی، حضرت مولانا قاری حسن شاہ بخاری، مولانا قاری عبد الرحمٰن تونسوی، قاری خالد محمد صاحب سندھی لاہور، سید امین گیلانی، مرزا غلام نبی جانباز، احمد بخش چشتی و دیگر علماء کرام۔ (اراکین انجمن دعوت الحق کہروڑ پکا)

محمد سلیم ضیاء لاہور

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ

نام محمد۔ اور لقب جلال الدین تھا۔ لیکن مولانا رومی کے نام سے مشہور ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھے۔ ۶۰۴ھ میں بلخ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد شیخ بہاؤالدین سے پائی۔ ادب وفقہ اور تفسیر وحدیث میں اتنا کمال حاصل کیا۔ کہ لوگ مشکل مسئلوں اکثر ان کی طرف رجوع کرتے علم و فضل کا یہ عالم تھا۔ کہ ان کے عہد کے جید علماء بھی اُن سے ملاقات کرنے میں فخر سمجھتے۔

مولانا جب تک تصوف کے دائرے میں نہیں آئے تھے۔ ان کی زندگی عالمانہ جاہ و جلال کی شان رکھتی تھی۔ جب ان کی سواری نکلتی تو امراء اور طلباء کا ایک گروہ ہمرکاب ہوتا تھا۔ لیکن جب درویشی اختیار کی تو ریاضت اور مجاہدہ حد سے بڑھ گیا۔ کسی نے ان کو شب خوابی کے لباس میں نہیں دیکھا۔ بچھونا اور تکیہ بالکل نہیں ہوتا تھا۔ اکثر روزہ سے رہتے۔

اتنے فیاض تھے۔ کہ کوئی سائل سوال کرتا۔ تو عبا یا کُرتہ، جو کچھ بدن پر ہوتا۔ اتار کر دے دیتے اس لحاظ سے کُرتہ، عبا کی طرح، آگے سے کھلا ہوتا تھا۔ تاکہ اتارنے میں زحمت نہ ہو۔

نہایت درجہ کے بے تکلف اور خاکسار تھے۔ ایک دفعہ بازار میں جا رہے تھے۔ لڑکوں نے دیکھا تو ہاتھ چومنے کے لئے آگے بڑھے۔ مولانا کھڑے ہو گئے۔ لڑکے ہر طرف سے آتے۔ اور ہاتھ چومتے جاتے۔ مولانا بھی دلداری کے لئے اُن کے ہاتھ چومتے ایک لڑکا کسی کام میں مشغول تھا اس نے کہا مولانا ذرا ٹھہریئے! میں کام سے فارغ ہو لوں۔ مولانا اس وقت تک وہیں کھڑے رہے۔ کہ لڑکا فارغ ہو کر آیا۔ اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی۔

ایک دفعہ مریدوں کے ساتھ راہ میں جا رہے تھے۔ ایک تنگ گلی میں ایک کتا سو رہا تھا۔ جس سے راستہ رک گیا تھا۔ مولانا وہیں رک گئے۔ اور دیر تک کھڑے رہے۔ ایک شخص اُدھر سے آ رہا تھا۔ اسے نے کتے کو ہٹایا مولانا آزردہ ہوئے۔ اور فرمایا کہ ناحق اُس کو تکلیف دی

ایک دفعہ دو شخص آپس میں سرراہ لڑ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو گالیاں دے رہے تھے۔ اس میں سے ایک نے کہا۔ تو ایک کہے گا تو دس سنے گا۔ اتفاق سے مولانا کا اُدھر سے گزر ہوا۔ انھوں نے اس شخص سے فرمایا کہ بھائی جو کچھ کہنا ہے۔ مجھ کو کہہ لو۔ مجھ کو اگر۔ ایک ہزار کہو گے تو ایک بھی نہ سنو گے۔ دونوں مولانا کے پاؤں پر گر پڑے اور آپس میں صلح کر لی۔

ایک دفعہ ایک امیر نے معذرت کی کہ اشغال سے فرصت نہیں ہوتی۔ اس لئے کم حاضر ہو سکتا ہوں معاف فرمائیگا فرمایا۔ معذرت کی ضرورت نہیں میں آنے کی نسبت نہ آنے سے زیادہ ممنوں ہوتا ہوں۔

ایک دفعہ حمام میں گئے۔ اور فوراً باہر نکل آئے۔ لوگوں نے سبب پوچھا فرمایا کہ میں اندر گیا تو حمامی نے ایک شخص کو، جو پہلے سے نہا رہا تھا میری خاطر سے ہٹانا چاہا۔ اس لئے میں باہر چلا آیا۔

آپ کی تصنیفات میں خطوط کا مجموعہ ایک "دیوان" جس میں پچاس ہزار شعر ہیں اور "مثنوی" (جس کے اشعار کی مجموعی تعداد ۲۶۶۶ ہے) مشہور ہیں۔

مثنوی ہی حقیقت میں وہ کتاب ہے جس نے مولانا کے نام کو آج تک زندہ رکھا۔ جو قبول خاطر اس کتاب کو حاصل ہے۔ دنیا کی ادبیات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مولانا کے دو فرزند تھے۔ علاؤالدین محمد سلطان ولد۔ سلطان ولد ہی خلف الرشید تھے۔ ۶۷۲ھ میں قونیہ میں جب زلزلہ آیا۔ تو مسلسل چالیس دن رہا۔ تمام لوگ حیران و پریشان تھے۔ آخر مولانا کے پاس آئے۔ کہ یہ کیا۔ بلائے آسمانی ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے۔ انشاء اللہ کامیاب ہو گی۔

چند روز کے بعد مزاج ناساز ہوا بیماری کی خبر عام ہوئی۔ تو تمام شہر عیادت کے لئے آیا۔ مرض میں کوئی افاقہ نہ ہوا۔ آخر جمادی الثانی ۶۷۲ھ میں یک شنبہ کے دن غروب آفتاب کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ قاضی سراج الدین نماز جنازہ پڑھائی۔

عزیز بچو! اگر تم بھی چاہتے ہو کہ مولانا جیسے بڑے آدمی بنو۔ تو علم حاصل کرو۔ خدا کی عبادت کرو۔ ہر وہ کام کرو۔ جس سے خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے ہوں اور اس کام سے باز رہو۔ جس سے منع کیا گیا ہے۔ پھر کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔ انشاءاللہ۔

حمد الٰہی

حبیب الرحمٰن اشرف جامعہ مدنیہ لاہور

ہمارے خدا کا نہیں ہے نظیر
وہی ہے علیٰ کل شئ قدیر
وہ ستّار و غفّار وہ جبّار ہے
وہی ہے یقیناً سمیع و بصیر
اُسی کو خبر ذرے ذرے کی ہے
نہیں اُس سا کوئی علیم و خبیر
اُسی کے ہیں سارے امیر و گدا
ہیں محتاج اس کے صغیر و کبیر
یہ مخلوق کی رہبری کے لئے
اُسی نے ہیں بھیجے بشیر و نذیر
نہیں ملک سے اس کے خارج کوئی
ہے قبضے میں اس کے قلیل و کثیر
خدا کی اطاعت جو کرتے نہیں
وہ ہو گا یقیناً ذلیل و حقیر
جو اُس کی اطاعت کرے گا یہاں
وہ عقبیٰ میں پائے گا خیر کثیر
ستاؤ کسی کو نہ اشرف کبھی
اسی میں ہے مضمر رضائے قدیر

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"

LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم
(۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ر مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷-۸۱-۲۴۲ مورخہ ۷ر ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری DD۹-۲-۶۷۹/۳۹ مورخہ ۲۴ر اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر GM۲/۴۰-۵۳۱۰ مورخہ ۱۳ر مارچ ۱۹۶۷ء

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور
پبلشرز چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ
لاہور سے شائع ہوا
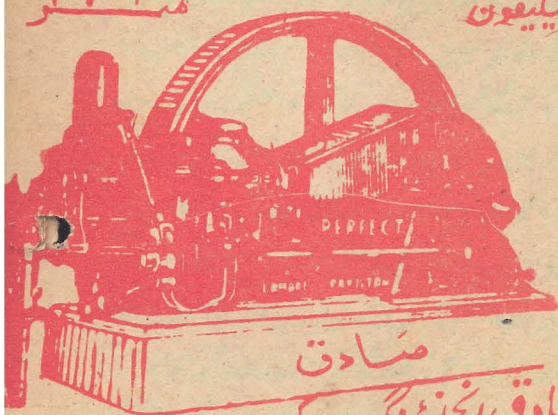
انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز

دیدہ زیب — رنگین

تجلیہ جدیدہ

عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	کینیڈا گلیز کاغذ
—	۱۲/- روپے	۸/- روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔
فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔
وی۔پی نہ بھیجا جائے گا۔
تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

المعلن ناظم شعبۂ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور